Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد امجد — حکیم محمد فیضان — غفار الحق

فی شمارہ..............25 روپے
سالانہ..............300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....بجلی وگیس کی کمی کیسے دور ہوگی؟..........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۷۶)...بنی اسرائیل کو نعمت کی یاددِھیانی اور حضرت ابراہیم کا امتحان... // // ۷

درسِ حدیث ....قیامُ اللیل اور تہجُّد کی فضیلت واہمیت.......... // // ۱۲

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

صحراؤں سے تم پھول نہیں چن سکتے (اس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط۱۴)..........مفتی محمد امجد حسین ۲۴

حضرت مولانا محمد خلیل صاحب (تبلیغی مرکز، راولپنڈی)..........مفتی محمد رضوان ۳۰

سود کے معاشی نقصانات (قسط۱)..........مفتی منظور احمد ۳۴

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (چند شبہات کا ازالہ) (قسط۲)..........مفتی محمد رضوان ۳۶

ماہِ محرم: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..........مولانا طارق محمود ۴۲

صلہ رحمی کے فضائل وفوائد ....مفتی محمد رضوان ۴۵

علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گُل (قسط۴۰)..........مفتی محمد امجد حسین ۵۶

تذکرۂ اولیاء:.......... تذکرہ مولانا رومی کا (قسط۶).......... // // ۶۳

پیارے بچو! ....چوہے اور مینڈک کی دوستی..........مولانا محمد ناصر ۶۸

بزمِ خواتین ....شوہر کا مقام ومرتبہ (قسط۱)..........مفتی ابوشعیب ۷۰

آپ کے دینی مسائل کا حل...... تکبیرِ تحریمہ کی فرضیت اور اس کا سنت طریقہ...... ۷۴

کیاآپ جانتے ہیں؟... کیپ ایبل کمپنی کے کاروبار میں شرکت کا شرعی حکم..........مفتی محمد رضوان ۸۴

عبرت کدہ ....حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۷)..........ابوجویریہ ۸۷

طب وصحت..........دانتوں کی افادیت وحفاظت..........مفتی محمد رضوان ۹۱

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۹۴

اخبارِ عالم ....قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........حافظ غلام بلال ۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ　　مفتی محمد رضوان

بجلی وگیس کی کمی کیسے دور ہوگی؟

حسبِ سابق امسال بھی موسمِ سرما کے موقع پر ملک میں گیس کی لوڈ شیڈنگ کا غیر معمولی سلسلہ جاری ہوگیا، مختلف شہروں میں گھروں میں گیس کی آمدورفت میں رکاوٹ رہی، جس کے نتیجے میں کاروبارِ زندگی کے کئی معمولات میں لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہوا، بہت سے شہری لوگ سوئی گیس کی آمد نہ ہونے کی وجہ سے لکڑیوں پر کھانا بنانے پر مجبور ہوئے، اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

دوسری طرف موسمِ سرما میں بھی بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ جاری رہا، جس کی وجہ یہ قرار دی گئی کہ بارش نہ ہونے کے باعث بجلی کے ذخائر کم ہیں۔

گیس کی قلت کا معاملہ ہو یا بجلی وپانی کی قلت کا، اس میں شک نہیں کہ یہ شکایت اب کوئی نئی شکایت نہیں رہی، بلکہ کئی سالوں سے یہ شکایت جاری ہے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں ترقی ہورہی ہے۔

پانی کے ذخائر، بجلی اور گیس کی قلت کے اسباب کو تلاش کرکے قلت کو دور کرنے کی تدابیر پر تبصرے وتجزیے جاری ہیں، اور اربابِ حل وعقد کے بقول اس پر کام بھی ہورہا ہے، لیکن تبصرے وتجزیے اور کوششیں بے سود ثابت ہورہے ہیں۔

ان حالات میں مسلمان ہونے کے ناطے شریعتِ مطہرہ سے اس مشکل کا حل دریافت کرنے کی ضرورت ہے، جس کی طرف بدقسمتی سے نہ تو کسی وزیر کی توجہ ہے، اور نہ ہی کسی تبصرہ وتجزیہ نگار کی، اور نہ ہی عمومی پیمانے پر اہلِ وطن کی۔

آیئے سب سے پہلے ہم قرآن مجید اور فرقانِ حمید کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی سب سے اہم اور آخری کتاب ہے، جس میں قیامت تک آنے والی مشکلات وحالات کا اصولی انداز میں ذکر ہے۔

ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ

(سورۃ الاعراف آیت ۹۶)

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں والے ایمان لے آتے، اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان پر دروازے کھول دیتے طرح طرح کی برکتوں کے آسمان وزمین سے (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں آسمان اور زمین کی برکات کھولنے کو دو چیزوں پر موقوف ومشروط فرمایا ہے:

(۱)......ایک ایمان **(۲)**......دوسرے تقویٰ

ایمان کی حقیقت ہر مسلمان کو بحیثیتِ مسلمان ہونے کے معلوم ہے، اور تقویٰ کا مطلب گناہوں سے بچنا اور نیک اعمال کو اختیار کرنا ہے۔

آسمان کی برکات میں بارش، مفید ہوا، موسم وغیرہ داخل ہیں، اور زمین کی برکات میں پانی، اور دوسرے زمین کے ذخائر ومعدنیات داخل ہیں، جن میں گیس اور پیٹرول وغیرہ جیسی اہم چیزیں بھی شامل ہیں۔

پس خواہ بارش کی کمی کا معاملہ ہو یا پانی وبجلی اور گیس کی بے برکتی اور کمی کا، ان سب کی بے برکتی کو دور کرنے اور برکات کو حاصل کرنے کا نسخہ دو اجزاء سے مرکب ہے، ایک ایمان، دوسرے تقویٰ۔

آج بدقسمتی سے ایک طرف تو ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، بہت سے نام نہاد مسلمانوں کے ایمان محفوظ نہیں، عقائد ونظریات کے بگاڑ وفساد کا سیلاب معاشرہ میں آیا ہے، دوسری طرف تقویٰ کا شعبہ بھی ماند پڑا ہوا ہے۔

ہر طرف گناہوں کا دور دورہ ہے، اور ظاہر ہے کہ گناہوں میں ڈوبا ہوا شخص متقی نہیں کہلاتا۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی گناہوں کی وجہ سے اس طرح کی مشکلات پیدا ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

> پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلے میں آتی ہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ کونسی پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلے میں آتی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک تو یہ کہ جو لوگ بھی (اللہ اور اس کے رسول اور لوگوں کے ساتھ کئے ہوئے) عہد کو توڑتے ہیں، تو اس کے بدلے میں اُن پر اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو مسلَّط فرما دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکموں کو توڑتے ہیں تو اس کے بدلے میں ان میں فقر وافلاس پھیل جاتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ جب بھی کسی قوم میں بے حیائی عام ہوتی ہے، تو اس کے بدلے میں اُن میں موت عام ہوجاتی ہے۔ اور چوتھے یہ کہ جو لوگ بھی ناپ تول میں کمی کرتے ہیں،

تو اس کے بدلے میں یہ لوگ پیداوار کی کمی اور قحط سالی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔اور پانچویں یہ کہ جو لوگ بھی زکاۃ کو روکتے ہیں (یعنی دیتے ہی نہیں یا ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کرتے) تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اُن سے بارش کو روک لیتے ہیں (معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۱۰۸۳۰ عن ابنِ عباس) [۱]

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہوجاؤ گے، اور میں اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ، کسی قوم میں بھی کبھی بے حیائی ظاہر نہیں ہوتی، یہاں تک کہ جب وہ اس کو کھلم کھلا کرتے ہیں، تو ان میں ایسا طاعون اور ایسا افلاس پھیلتا ہے کہ جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں پھیلا، اور جو لوگ بھی ناپنے اور تولنے میں کمی کرتے ہیں، تو ان کو قحط سالی کے عذاب میں اور سخت موت وہلاکت کے عذاب میں، اور ان پر ظالم بادشاہوں کے مسلط ہونے کے عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے، اور جو لوگ بھی اپنے مالوں کی زکاۃ روک لیتے ہیں، تو ان سے آسمان سے بارش کو روک لیا جاتا ہے، اور اگر چوپائے نہ ہوں تو ان کو ذرا بھی بارش نہ دی جائے، اور جو لوگ بھی اللہ کے اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان پر دوسرے لوگوں کو مسلط کردیتے ہیں، پھر وہ ان کے قبضے میں سے کئی چیزوں کو لے لیتے ہیں، اور جن لوگوں کے پیشوا اللہ کی کتاب پر فیصلہ نہیں کرتے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، اس میں سے اپنی پسند کی چیز لیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان باہمی خانہ جنگی پیدا فرمادیتے ہیں (ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۰۱۹، کتاب الفتن، باب العقوبات، عن ابنِ عمر) [۲]

---

[۱] قال الهيثمي: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ ، وَفِيهِ إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَيْسَانَ الْمَرْوَزِيُّ ، لَيَّنَهُ الْحَاكِمُ ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ مُوَثَّقُونَ ، وَفِيهِمْ كَلَامٌ .(مجمع الزوائد ج۳ص ۶۵ ،كتاب الزكاة، باب فرض الزكاة)

وقال المنذرى: رواه الطبرانى فى الكبير وسنده قريب من الحسن وله شواهد السنين جمع سنة وهى العام المقحط الذى لم تنبت الأرض فيه شيئا سواء وقع قطر أو لم يقع (الترغيب والترهيب ج ۱ ص ۳۰۹، كتاب الصدقات الترغيب فى أداء الزكاة وتأكيد وجوبها)

[۲] واللفظ لهٗ، حلية الاولياء، ج۸ص ۳۳۳،، ۳۳۴، المعجم الاوسط للطبرانى حديث نمبر ۴۶۷۱، مسند الشاميين للطبرانى حديث نمبر ۱۵۵۸ ، شعب الايمان للبيهقى حديث نمبر ۳۰۴۲،مستدرک حاكم حديث نمبر ۸۶۲۳، مسند البزار حديث نمبر ۶۱۷۵ .

قال الحاكم:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ.وقال الذهبى فى التلخيص:صحيح.

وقال الهيثمى:قلت :روى ابن ماجه بعضه.رواه البزار ورجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۵ص ۳۱۷)

آج کل ان احادیث میں بیان کئے ہوئے گناہ عام ہیں۔

ہماری تمام عزیزانِ وطن سے گزارش ہے کہ سب کوششوں کو کر کے دیکھ لیا، تمام تجربات کر لئے، اور ان میں ناکامی کا سامنا کرلیا۔

اب قرآن وسنت میں بیان کئے ہوئے نسخہ پر بھی عمل کر کے دیکھ لیجئے۔

آج ہی تمام گناہوں اور خاص کر مذکورہ احادیث میں بیان کئے ہوئے گناہوں سے سچی توبہ واستغفار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیجئے۔

پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ملک کو اس بھنور سے باہر نکالتے ہیں، اور مصائب کیسے دور فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام)　　(اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل واحکام

(صفحات 284)

(مع حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن وحدیث، فقہ اور اہلِ سنت والجماعت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے تیسرے مہینے ربیع الاول سے متعلق فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، بدعات ومنکرات، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی تفصیل وتشریح۔

مؤلف: **مفتی محمد رضوان**

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان، راولپنڈی، فون:051-55072070

(سورہ بقرہ قسط۶۷، آیت۱۲۲تا۱۲۴)

مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کو نعمت کی یاد دِھیانی اور حضرت ابراہیم کا امتحان

یٰبَنِیٓ اِسۡرَاءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (۱۲۲)وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ (۱۲۳)

ترجمہ: اے بنی اسرائیل میرے احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیے اور بیشک میں نے تمہیں سارے جہاں پر فضیلت دی تھی (۱۲۲) اور اس دن (کے عذاب) سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی شخص کے کچھ (بھی) کام نہ آئے گا اور نہ کسی سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا، نہ کسی کی سفارش ہی فائدہ دے گی اور نہ لوگوں کی (کسی کی طرف سے) مدد کی جاسکے گی (۱۲۳)

تفسیر وتشریح

سورہ بقرہ کے شروع میں بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس طرح خطاب فرمایا گیا تھا، یہاں اختتام پر بھی اُن کو اُسی عنوان و انداز کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ شروع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو اجمالی طور پر یاد دِلایا، تاکہ شکر کا راستہ اختیار کریں، اور ناشکری وکفرانِ نعمت سے اپنے آپ کو بچائیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات اور اپنی عنایات اور بنی اسرائیل کی کوتاہیوں اور غلطیوں کی تفصیل ذکر فرمائی، جو یہاں آکر ختم ہوئی۔

آخر میں حق تعالیٰ نے پھر اُسی مضمون کو دوہرایا، جو ابتداء میں اُن کو اجمالی طور پر جتلایا گیا تھا، تاکہ تفصیل کے بعد جب اُس اجمالی مضمون کو دوبارہ ذکر کیا جائے، تو تمام تفصیل بیک وقت نظروں کے سامنے آجائے، اور تعلیم اور تفہیم اچھے طریقے سے ہوجائے۔

پس اس اجمالی خطاب میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب واُمید پیدا کرنے کے لیے اپنے انعام کو یاد دِلایا، اور کفر اور گناہوں سے ترہیب وخوف دِلانے کے لیے قیامت کے دن کا نقشہ کھینچا۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۴۷، ۴۸ کی تفسیر وتشریح کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ معاوضہ ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے دنیا میں نماز، روزے جیسی فرض عبادت چھوڑ دی اور بعد میں قضاء بھی نہیں کی تو

قیامت کے دن جب اُس شخص سے دنیا میں چھوڑی ہوئی عبادت کے متعلق سوال ہوگا تو اگر کوئی دوسرا شخص یہ کہے کہ میرا نماز روزہ لے کر اس شخص کا حساب صاف اور بیباق کردیا جائے یا اس کی عبادت کے معاوضے میں میرا مال لے کر اس کو چھوڑ دیا جائے؛ تو قیامت کے دن ان دونوں طریقوں سے کوئی شخص کسی دوسرے کی مدد نہ کرسکے گا۔

اسی طرح دنیا میں جس طرح سفارش کے ذریعے ایک دوسرے کی مدد کی جاتی ہے، قیامت کے دن ایمان والے شخص کی سفارش بے ایمان شخص کے حق میں قبول نہ کی جائے گی، اور دوسری آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بے ایمان شخص کے حق میں کوئی سفارش ہی نہ کرسکے گا، تو قبول کی گنجائش کہاں رہی؟

اور قیامت میں مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جس طرح کوئی طاقت ور شخص کسی دوسرے کی حمایت کرکے اس کو مشکل سے زبردستی نکال لیتا ہے، تو قیامت کے دن اس طرح بھی کوئی کسی دوسرے کی مدد نہیں کرسکے گا۔

خلاصہ اس آیت کا یہ ہے کہ دنیا میں مدد کرنے کے جتنے طریقے ہوتے ہیں، اُن میں سے کسی طریقے سے بھی قیامت کے دن بے ایمان شخص کی مدد نہیں ہوسکے گی۔

البتہ مدد اور نصرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور ایمان والوں سے کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (سورہ غافر، آیت نمبر ۵۱)

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے، اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہونگے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمنوں کے حق میں سفارش کی اجازت ملنا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

حضرت ابراہیم کا امتحان اور ان کی کامیابی

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (۱۲۴)

ترجمہ: اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا، اور انہوں نے ان سب باتوں کو پورا کیا، اللہ نے (ان سے) فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا

ہوں، ابراہیم عرض کرنے لگے، اور میری اولاد میں سے؟ اللہ نے فرمایا میرا عہد (وپیمان) ظالموں کو حاصل نہیں ہوتا (۱۲۴)

تفسیر وتشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحان اور امتحان میں ان کی کامیابی اور کامیابی پر ملنے والے انعام اور انعام حاصل ہونے کے ضابطے کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم کے امتحان کا مقصد

یہ امتحان کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لیا، ممتحن اللہ تعالیٰ ہیں، اور اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہیں، اور جن کا امتحان لیا گیا، وہ جلیل القدر نبی ہیں، اس لئے اس امتحان کا مقصد نامعلوم قابلیت معلوم کرنا، یا کسی جرم کی وجہ سے تنبیہ وغیرہ کرنا نہیں تھا، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تربیت اور آپ میں استعداد وقابلیت کا پیدا کرنا اور بلند مقامات ودرجات تک پہنچانا، اور الغرض امامت کا مستحق بنانا تھا (کما ھو مقتضیٰ لفظ الرب) [1]

حضرت ابراہیم کا امتحان کن چیزوں سے لیا گیا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان اللہ تعالیٰ نے کن چیزوں کے ذریعے سے لیا؟ اس سلسلہ میں قرآن مجید میں صرف کلمات کا لفظ آیا ہے، اور اس لفظ کی تفسیر وتشریح میں حضراتِ صحابہ وتابعین کے مختلف اقوال ہیں، کسی نے دس اور کسی نے تیس اور کسی نے اس سے کم وبیش چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جن چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا، اُن میں حج کے مناسک واحکام بھی داخل ہیں۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں دس چیزوں کا ذکر مروی ہے، جن میں سے پانچ سَر سے متعلق ہیں، اور پانچ جسم سے متعلق ہیں، جو کہ بالترتیب یہ ہیں:

(۱) مونچھیں کتروانا **(۲)** کلی کرنا **(۳)** ناک میں پانی ڈالنا **(۴)** مسواک کرنا **(۵)** سر میں مانگ نکالنا **(۶)** ناخن ترشوانا **(۷)** بغل کے بال دور کرنا **(۸)** زیرِ ناف بال دور کرنا **(۹)** ختنہ کرنا **(۱۰)** بول وبراز کی جگہ کو دھونا (یعنی استنجاء کرنا)

---

[1] ابْتَـلـى إِبْراهِيمَ رَبُّهُ تشريف له، بتكليفه الأوامر والنواهي التي يظهر بها استحقاقه للإمامة .(تفسير المنير للزحيلي تحت آيت ۱۲۴ من سورة البقرة)

ان میں سے پہلی پانچ چیزیں سَر سے اور آخری پانچ چیزیں باقی جسم سے تعلق رکھتی ہیں۔ ۱؎ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی بعض روایات میں کچھ اور چیزیں بھی مروی ہیں۔ ۲؎

اور بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان لیے جانے میں ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے مفارقت اختیار کرنا اور کفر کی وجہ سے ان سے برائت و بیزاری کا اظہار کرنا **(۲)** اللہ کے لیے وطن اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر ہجرت کرنا **(۳)** اللہ تعالیٰ کے لیے (وقت کے جابر و طاغی بادشاہ سے) مناظرہ کرنا **(۴)** آگ میں ڈالے جانے کے موقع پر عزیمت و استقامت کا مظاہرہ کرنا اور صبر کرنا **(۵)** بیٹے کے ذبح پر اقدام کرنا **(۶)** مہمان نوازی کرنا **(۷)** سورج، چاند اور ستاروں کے رب ہونے کا انکار کرنا **(۸)** بیوی اور بیٹے کو بیتُ اللہ کے لق و دق میدان اور بے آب و گیاہ صحراء میں محض

۱؎ (وَ) اذکر (إِذْ ابتلی) اختبر (إِبْرَاهِيمَ) وفی قراء ة (إبراهام) (رَبُّهُ بكلمات) بأوامر ونواه كلَّفه بها قيل هی مناسک الحج وقيل المضمضة والاستنشاق والسواک وقص الشارب وَفَرْقُ الرأس وقَلْمُ الأظفار ونتف الإبط وحلق العانة والختان والاستنجاء (تفسير الجلالين، سورة بقرة، آيت ۱۲۴)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَوْلُهُ :(وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ) (البقرة124 :) قَالَ :مَنَاسِکُ الْحَجِّ (مستدرک حاکم، حديث نمبر ۴۰۵۰)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَشَوَاهِدُهَا كَثِيرَةٌ قَدْ خَرَّجْتُهَا فِی كِتَابِ الْمَنَاسِکِ

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِی قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ :(وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ) (البقرة: ۱۲۴) قَالَ " :ابْتَلَاهُ اللَّهُ بِالطَّهَارَةِ، خَمْسٌ فِی الرَّأْسِ وَخَمْسٌ فِی الْجَسَدِ؛ فِی الرَّأْسِ :قَصُّ الشَّارِبِ، وَالْمَضْمَضَةُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَالسِّوَاکُ، وَفَرْقُ الرَّأْسِ، وَفِی الْجَسَدِ :تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَالْخِتَانُ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَغَسْلُ مَكَانِ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بِالْمَاءِ (مستدرک حاکم، حديث نمبر ۳۰۵۵؛ سنن البيهقی ،حديث نمبر ۷۰۵)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

وقال الذهبی فی التلخيص: -على شرط البخاری ومسلم.

۲؎ عن حنش، عن ابن عباس فی قوله ":وإذ ابتلى إبراهيم ربه بكلمات فأتمهن "قال، ستة فی الإنسان، وأربعة فی المشاعر .فالتی فی الإنسان :حلق العانة، والختان، ونتف الإبط، وتقليم الأظفار، وقص الشارب، والغسل يوم الجمعة .وأربعة فی المشاعر :الطواف، والسعی بين الصفا والمروة، ورمی الجمار، والإفاضة (تفسير طبری،حديث نمبر ۱۹۱۴، تحت سورة بقرة، آيت ۱۲۴)

اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر چھوڑنا وغیرہ۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، یہ سب چیزیں مختلف اوقات واحوال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختلف مضامینِ امتحان تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان میں کامیاب ہونا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ امتحان میں کامیاب ہونے کی شہادت ان الفاظ میں دی کہ:

فَاَتَمَّهُنَّ. کہ انہوں نے ان سب باتوں کو پورا کیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر امتحان میں مکمل اور سو فیصد کامیاب ٹھہرے، اور سرخرو ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کامیابی پر ملنے والا انعام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امتحان میں کامیابی پر جو انعام عطا فرمایا، اُس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا کہ:

اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امتحان میں کامیابی پر آئندہ تمام لوگوں اور انسانی نسلوں کی امامت اور پیشوائی کا انعام دیا گیا، جو کہ بہت بڑا انعام واعزاز ہے۔

انعام حاصل ہونے کا ضابطہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے بھی اس انعام کا سوال کیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام پانے کا ایک ضابطہ ارشاد فرمایا گیا کہ:

لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ کہ میرا عہد (وپیمان) ظالموں کو حاصل نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ یہ انعام آپ کی اولاد کو بھی ملے گا (اور ہمارے نبی ﷺ بھی آپ کی اولادت میں داخل ہیں) لیکن آپ کی اولاد میں جو نافرمان اور ظالم ہونگے، وہ یہ انعام نہیں پاسکیں گے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین واحکام کی امامت وپیشوائی اپنے باغی اور نافرمان کو ہرگز نہیں دیتے۔

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

قیامُ اللیل اور تہجُّد کی فضیلت واہمیت

رات کا وقت عبادت کے لئے انتہائی قبولیت کا وقت ہے، اوراسی وجہ سے رات کے وقت عبادت کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

فرض اور وتر کی نماز کے علاوہ رات کی نماز وعبادت کوقرآن وسنت میں قیام اللیل اور تہجد سے تعبیر کیا گیا ہے، اوراس کا درجہ سنت یا کم ازکم نفل ومستحب ہے۔ [۱]

اورشریعت کی طرف سے جس قیامُ اللیل اور تہجد کی فضیلت وترغیب بیان کی گئی ہے، اس کا وقت عشاء سے لے کرصبح صادق کے درمیان دائر ہے۔

پھر بعض اہلِ علم حضرات نے سوکراٹھنے کے بعداورسونے سے پہلے پڑھی جانے کی صورت میں اس کوتہجد کی نماز قرار دیا ہے۔

لیکن اکثر اہلِ علم حضرات نے تہجداس نماز کوقرار دیا ہے، جوسوکراٹھنے کے بعدادا کی جاتی ہے۔

اور قیام اللیل کوتہجد سے عام قرار دیا ہے، خواہ سونے سے پہلے ادا کرلی جائے، تواس سے بھی قیام اللیل کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔

(کذافی تفسیر المظهری، تحت آیت ۷۹ من سورة الاسراء ،روح المعانی، تحت آیت ۷۹ من سورة الاسراء،فیض الباری ،باب التهجد باللیل،رد المحتار، كِتَابُ الصَّلَاةِ،بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

تاہم سوکراٹھنے کے بعداور بالخصوص رات کے ابتدائی دوحصے گزرنے کے بعدآخری تہائی حصے میں جونماز

---

[۱] ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ ذِكْرَهُ صَلَاةَ اللَّيْلِ مِنْ الْمَنْدُوبَاتِ مَشَى عَلَيْهِ فِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ .وَقَدْ تَرَدَّدَ الْمُحَقِّقُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ فِي كَوْنِهِ سُنَّةً أَوْ مَنْدُوبًا ، لِأَنَّ الْأَدِلَّةَ الْقَوْلِيَّةَ تُفِيدُ النَّدْبَ ؛ وَالْمُوَاظَبَةُ الْفِعْلِيَّةُ تُفِيدُ السُّنِّيَّةَ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إذَا وَاظَبَ عَلَى تَطَوُّعٍ يَصِيرُ سُنَّةً ؛ لَكِنَّ هَذَا بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ كَانَ تَطَوُّعًا فِي حَقِّهِ ، وَهُوَ قَوْلُ طَائِفَةٍ .وَقَالَتْ طَائِفَةٌ :كَانَ فَرْضًا عَلَيْهِ فَلَا تُفِيدُ مُوَاظَبَتُهُ عَلَيْهِ السُّنِّيَّةَ فِي حَقِّنَا لَكِنَّ صَرِيحَ مَا فِي مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُ كَانَ فَرِيضَةً ثُمَّ نُسِخَ ، هَذَا خُلَاصَةُ مَا ذَكَرَهُ "وَمُفَادُهُ اعْتِمَادُ السُّنِّيَّةِ فِي حَقِّنَا لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاظَبَ عَلَيْهِ بَعْدَ نَسْخِ الْفَرْضِيَّةِ ، وَلِذَا قَالَ فِي الْحِلْيَةِ :وَالْأَشْبَهُ أَنَّهُ سُنَّةٌ(رد المحتار، كِتَابُ الصَّلَاةِ،بَابُ الْوِتْرِ وَالنَّوَافِلِ)

Idara Ghufran

پڑھی جاتی ہے، اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

کیونکہ ایک تو اس میں تہجد کا یقینی ثواب حاصل ہو جاتا ہے، دوسرے احادیث سے بھی اس وقت کی زیادہ فضیلت معلوم ہوتی ہے، اور تیسرے تہجد کے بارے میں یہی طریقہ حدیث اور حضور ﷺ کے عمل سے بھی ثابت ہے۔

قرآن وسنت میں رات کی عبادت یعنی قیامُ اللیل اور تہجد کی جو عظیمُ الشان فضیلیت واہمیت بیان کی گئی ہے، اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سورۃُ المزمل میں ارشاد ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡـاً وَّاَقۡوَمُ قِيۡلًا (سورۃُ المزمل آیت ۲تا۶)

ترجمہ: بے شک رات کا (عبادت کے لئے) اُٹھنا (نفس کو) سخت پامال کرتا ہے اور (دِل و دِماغ کی یک سُوئی کے ساتھ) زبان سے سیدھی بات نکالتا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ رات کی عبادت نفس اور زبان کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

اور سورۃُ الاسراء میں ارشاد ہے:

وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا

(سورۃُ الاسراء آیت ۷۹)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں (نماز) تہجد بھی پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لئے نفل ہے۔ بعید نہیں کہ تمہارا رب (اس کی برکت سے) تمہیں مقامِ محمود پر فائز کردے (ترجمہ ختم)

اور سورۃُ الذاریات میں ارشاد ہے:

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ. اٰخِذِيۡنَ مَآ اٰتٰهُمۡ رَبُّهُمۡ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُحۡسِنِيۡنَ. کَانُوۡا قَلِيۡلًا مِّنَ الَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُوۡنَ. وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ (سورۃ الذاریات، آیت ۱۵تا۱۸)

ترجمہ: بے شک متقی لوگ (اس دن) باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لے رہے ہوں گے جو کچھ انہیں ان کا رب عطا کرے گا بیشک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے (اور عبادت میں مشغولی کی وجہ سے) رات کو کم سوتے تھے۔ اور اپنے سحریوں کے (یعنی رات کے آخری)

اوقات میں مغفرت طلب کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اورسورۃ السجدۃ میں ارشاد ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (سورۃ السجدۃ آیت ۱۶)

ترجمہ: ان کے پہلو (رات کے وقت) بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ (عذاب کے) خوف اور (رحمت کی) امید کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور جو کچھ (بھی) ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورسورہ آلِ عمران میں ارشاد ہے:

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (سورۃ آل عمران آیت ۱۷)

ترجمہ: یہ (متقی) لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرمانبردار (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے اورسحری کے اوقات (یعنی رات کے آخری حصہ) میں استغفار کرنے والے ہیں (ترجمہ ختم)

اورسورۃ الزمر میں ارشاد ہے:

اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَایِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَۃَ وَیَرْجُوْا رَحْمَۃَ رَبِّہٖ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۃ الزمر آیت ۹)

ترجمہ: بھلا جو رات کے اوقات میں سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہوآخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو (اور جو اس کے برعکس ہو برابر ہو سکتے ہیں؟) کہہ دو کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھتے وہی ہیں جو عقل والے ہیں (ترجمہ ختم)

اورسورۃ آلِ عمران میں ارشاد ہے:

لَیْسُوْا سَوَاءً مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَاءَ الَّیْلِ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ (سورۃ آل عمران آیت ۱۱۳)

ترجمہ: یہ سارے کے سارے یکساں نہیں بلکہ ان اہل کتاب میں ایک جماعت (اسلام لاکر

حق پر) قائم رہنے والی بھی ہے جو راتوں کے وقت بھی اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورسورۃُ الفرقان میں ارشاد ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا. وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا(سورۃ الفرقان آیت ۶۳،۶۴)

ترجمہ: اور رحمٰن کے (مخصوص ومقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور اگر جاہل ان سے مخاطب ہوں تو بس سلام کہہ کر (کنارہ کش رہتے ہیں) اور جو اپنے رب کے آگے سجود وقیام میں راتیں گزارتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ صَلَاۃُ اللَّیْلِ(مسلم، حدیث نمبر ۱۹۸۲)

ترجمہ: فرض نمازوں کے بعد افضل ترین نماز رات کی نماز ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَفْضَلُ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الصَّلَاۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ الصَّلَاۃُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ (مسلم،حدیث نمبر ۱۹۸۳)

ترجمہ: فرض نماز کے بعد افضل نماز، رات کے اندر کی نماز ہے (ترجمہ ختم)

فرض نماز میں اس سے متعلقہ سنتیں بھی داخل ہیں، اور فرض نماز کے مفہوم میں وِتر بھی داخل ہیں، کیونکہ وہ اگرچہ دلیل کے لحاظ سے واجب ہیں، مگر عملاً فرض ہیں۔

اسی طرح عیدین کی نماز اور تراویح کی نماز جو جماعت سے ادا کی جاتی ہیں، وہ بھی اس سے خارج ہیں۔

رات کی نماز کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو یہ وقت سکون اور یکسوئی کا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نماز میں توجہ اور خشوع زیادہ حاصل ہوتا ہے، دوسرے اس وقت میں عموماً نماز لوگوں کی نظروں سے مخفی ہوکر پڑھی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اخلاص زیادہ ہوتا ہے، اور ریاکاری سے حفاظت پائی جاتی ہے، تیسرے یہ وقت راحت وآرام کا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے نفس کو نماز وعبادت میں مشغول ہونے میں زیادہ مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اور بعض عارفین نے فرمایا کہ رات کی عبادت سے اللہ تبارک وتعالیٰ عقل وفکر اور بصیرت میں اضافہ فرماتے ہیں۔

(کذا فی مرقاۃ المفاتیح،باب صیام التطوع ،فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۱۲۷۴ ،و تحت حدیث رقم ۱۲۵۶)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل امین نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے ،اور فرمایا کہ:

يَا مُحَمَّدُ شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُ اللَّيْلِ وَعِزُّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۷۹۲۱، واللفظ لہٗ،المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۴۲۷۸) [۱]

ترجمہ: اے محمد !مومن کا شرف (ورفعت) قیامُ اللیل ہے، اور اس کی عزت لوگوں سے استغناء اختیار کرنا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامُ اللیل اور تہجد سے مومن کو رفعت وعظمت اور بلند مقام حاصل ہوتا ہے، اور لوگوں سے اپنے آپ کو مستغنی رکھنے اور کسی کے مال دولت پر نظر رکھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے اور توکل کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً روایت ہے کہ:

فَضْلُ صَلاَةِ اللَّيْلِ عَلٰى صَلاَةِ النَّهَارِ ، كَفَضْلِ صَدَقَةِ السِّرِّ عَلٰى صَدَقَةِ الْعَلاَنِيَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۶۶۷۲، کتاب الصلاۃ، باب من کان یامر بقیام اللیل ،واللفظ لہٗ، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۸۹۹۸موقوفاً، وحدیث نمبر ۱۰۳۸۲ ،شعب الایمان للبیھقی حدیث نمبر ۲۸۳۱،الزھد والرقائق لابن المبارک حدیث نمبر ۲۷، مرفوعاً) [۲]

ترجمہ: رات کی نماز کی فضیلت دن کی نماز پر ایسی ہے، جیسا کہ خفیہ صدقہ کی فضیلت علانیہ صدقہ پر ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

---

[۱] قال المنذری:رواہ الطبرانی فی الأوسط وإسنادہ حسن (الترغیب والترھیب، کتاب النوافل، تحت حدیث رقم ۹۲۹)

[۲] قال البیھقی:قَالَ أَبُو عَلِيٍّ " :لَمْ يَرْفَعْهُ غَيْرُ مَخْلَدِ بْنِ يَزِيدَ وَأَخْطَأَ فِيهِ وَالصَّحِيحُ مَوْقُوفٌ "(حوالہ بالا)
وقال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ ثقات .(مجمع الزوائد ج۲ص ۲۵۱)

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (ترمذی، حدیث نمبر ۲۴۸۵،وقال صَحِيحٌ)

ترجمہ: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ،اور(ضرورت مندوں کو) کھانا کھلاؤ،اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں) نماز پڑھو،تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے(ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (مسند الإمام أحمد،حديث نمبر ۲۳۷۸۴ باسناد صحيح)

ترجمہ: تم سلام کو پھیلاؤ،اور کھانا کھلاؤ،اور صلہ رحمی کرو،اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھو،تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے(ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأَبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ، وَمُكَفِّرٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ (مستدرک حاکم حديث نمبر ۱۱۵۶ وقال صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِي،ترمذی، ابواب الدعوات)

ترجمہ: تم رات کی نماز کا اہتمام کرو، کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے،اور یہ تمہارے لئے اپنے رب کی طرف قرب اور گناہوں کی معافی،اور گناہ سے روکنے کا ذریعہ ہے(ترجمہ ختم)

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) رات کی نماز کی اہمیت (بلفظِ علیکم بقیام اللیل) **(۲)** رات کی نماز کا اس امت سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہونا **(۳)** رات کی نماز اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص کا ذریعہ ہے **(۴)** رات کی نماز گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے **(۵)** رات کی نماز گناہ سے روکنے کا ذریعہ ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :إِنَّ فُلَانًا يُصَلِّي بِاللَّيْلِ، فَإِذَا

أَصْبَحَ سَرَقَ قَالَ " :إِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُولُ "(مسند احمد حديث نمبر ۹۷۷۸) ۱؎

ترجمہ: ایک آدمی نبی علیہ السلام کے پاس آیا،اور کہا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے، پھر جب صبح ہوتی ہے،تو چوری کرتا ہے،تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک وہ عنقریب اس بات سے رک جائے گا، جو آپ کہہ رہے ہیں (ترجمہ ختم)

یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کے اس مضمون کے مطابق ہے،جس میں رات کی نماز کو گناہ سے روکنے والی قرار دیا گیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ علیہ السلام کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

ثَلاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ :رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ، وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ (المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۱۰۴۸۴، ج۱۰ ص۲۰۷) ۲؎

ترجمہ: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ (بہت زیادہ) محبت فرماتے ہیں،ایک وہ آدمی جو رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی کتاب تلاوت کرتا ہے،اور دوسرے وہ آدمی جو اس طرح صدقہ دیتا ہے کہ اپنے بائیں ہاتھ سے بھی چھپاتا ہے،اور تیسرے وہ آدمی جو جنگ میں کسی لشکر کے ساتھ ہو، پھر وہ لشکر مغلوب ہو جائے (اور یہ) پھر بھی دشمن کا مقابلہ کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَيْنِ :رَجُلٍ ثَارَ مِنْ وِطَائِهِ وَلِحَافِهِ مِنْ بَيْنِ حِبِّهِ وَأَهْلِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا : انْظُرُوْا إِلٰى عَبْدِيْ ثَارَ مِنْ فِرَاشِهِ وَوِطَائِهِ مِنْ بَيْنَ حِبِّهِ وَأَهْلِهِ إِلٰى صَلَاتِهِ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي، وَرَجُلٍ غَزَا فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ، فَانْهَزَمَ النَّاسُ، وَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ فِي الِانْهِزَامِ، وَمَا لَهُ فِي الرُّجُوْعِ، فَرَجَعَ حَتّٰى أُهْرِيقَ دَمُهُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ :اُنْظُرُوْا إِلٰى عَبْدِيْ، رَجَعَ رَجَاءً فِيمَا عِنْدِيْ، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِيْ حَتّٰى أُهْرِيقَ دَمُهُ(صحيح ابن حبان، حديث نمبر ۲۵۵۷،واللفظ لهٗ،و

۱؎ رواه أحمد والبزار، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج۲ ص۲۵۸،باب صلاة الليل تنهى عن الفحشاء)

۲؎ قال الهيثمى:رواه الطبرانى، ورجاله رجال الصحيح.(مجمع الزوائد ج۲ ص۲۵۵، باب فى صلاة الليل)

حدیث نمبر ۲۵۵۸،المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۰۳۸۳،مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۵۳۶۱،مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۱۹۷۴۸،مسند احمد،حدیث نمبر ۳۹۴۹) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب دوآدمیوں سے (بہت زیادہ) خوش ہوتا ہے، ایک وہ آدمی جو ہمت کر کے اپنے نرم بستر اور لحاف (وکمبل وغیرہ) چھوڑ کر اپنی پسندیدہ چیز (یعنی بیوی وغیرہ) اور گھر والوں کے درمیان سے نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کو دیکھو کہ جو اپنے نرم بستر میں سے اور اپنی پسندیدہ چیزوں اور گھر والوں کے درمیان سے ہمت کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوگیا،اس چیز کے شوق میں، جو میرے پاس ہے (یعنی اجروثواب) اور میرے (عذاب کے) خوف کی وجہ سے،اور دوسرا وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کیا، پھر (اس کے ساتھ موجود) لوگ (مغلوب ہوکر) راہِ فراراختیار گئے،اوراس نے (مغلوب ہوکر) راہِ فراراختیارکرنے میں جوگناہ ہے، اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں جوثواب ہے،اس کی طرف توجہ کی ، پھر وہ (راہِ فراراختیار کرنے کے بجائے) دشمنوں کے مقابلہ کے لئے لوٹ آیا، یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا گیا (یعنی یہ شہید ہوگیا) تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کی طرف دیکھو، وہ میرے پاس موجود چیز (یعنی اجر وثواب) کی امید کرتے ہوئے اور میرے (عذاب کے) خوف کی خاطر لوٹا ہے، یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا گیا (ترجمہ ختم)

اس سے رات کو عبادت کرنے کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی۔

اسی قسم کی حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔

(ملاحظه هو:الاسماء والصفات للبيهقي، حديث نمبر ۹۳۱)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَلا إِنَّ اللّٰـهَ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ إِلَى رَجُلَيْنِ رَجُلٍ قَامَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ مِنْ فِرَاشِهِ وَلِحَافِهِ وَدِثَارِهِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ إِلَى صَلاةٍ، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلائِكَتِهِ :مَا حَمَلَ عَبْدِيْ هٰذَا عَلٰى مَا صَنَعَ؟ فَيَقُولُونَ :رَبَّنَا رَجَاءَ مَا عِنْدَكَ، وَشَفَقَةً مِمَّا

۱؎ رواه أحمد وأبو يعلى والطبراني في الكبير، وإسناده حسن.(مجمع الزوائد، باب في صلاة الليل)

Idara Ghufran

عِنُدَکَ، فَيَقُولُ :فَإِنِّیُ قَدُ أَعُطَيُتُهُ مَا رَجَا وَأَمَّنُتُهُ مِمَّا خَافَ، وَرَجُلٍ كَانَ فِیُ فِئَةٍ فَعَلِمَ مَا لَهُ فِی الْفِرَارِ، وَعَلِمَ مَا لَهُ عِنُدَ اللّٰهِ، فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ فَيَقُولُ لِلُمَلَائِكَةِ :مَا حَمَلَ عَبُدِیُ هٰذَا عَلٰى مَا صَنَعَ؟، فَيَقُولُوُنَ :رَبَّنَا رَجَاءَ مَا عِنُدَکَ، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنُدَکَ، فَيَقُولُ :فَإِنِّی أُشُهِدُكُمُ أَنِّیُ قَدُ أَعُطَيُتُهُ مَا رَجَا وَأَمَّنُتُهُ مِمَّا خَافَ (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۸۵۳۲) [1]

ترجمہ: یادرکھو کہ بے شک اللہ عزوجل دوآدمیوں سے(بہت زیادہ)خوش ہوتے ہیں،ایک وہ آدمی جوسردی کی رات میں اپنے بستر اورلحاف اورکمبل (وچادروغیرہ) میں سے نکل کرکھڑا ہوا، پھرنماز پڑھی،تواللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کواس کے اس عمل پرکس چیز نے آمادہ کیا؟فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب!اس چیز کی امید نے جوآپ کے پاس ہے(یعنی اجروثواب)اوراس چیز کےخوف نے جوآپ کے پاس ہے (یعنی آپ کا عذاب) تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے اس کوامید والی چیز(یعنی اجروثواب اوراپنی رضا) عطا کردی،اوراس کوخوف والی چیز (یعنی عذاب) سے امن دے دیااوردوسراوہ آدمی جوایک جماعت کے ساتھ(قتال میں) تھا،پھراس نے فرار اورقتال میں جوکچھ(عذاب یاثواب) ہے،اس کوجان لیا،پھراس نےقتال کیا،یہاں تک کہ شہیدہوگیا،تواللہ تعالیٰ فرشتوں سےفرماتے ہیں کہ میرے بندے کواس کےاس عمل پرکس چیز نے آمادہ کیا،فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب!اس چیز کی امید نے جوآپ کے پاس ہے(یعنی جہادوقتال کااجروثواب)اوراس چیز کےخوف نے جوآپ کے پاس ہے(یعنی راہِ فرار کاعذاب) تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں،بےشک میں نے اس کوامیدوالی چیز(یعنی اجروثواب اوراپنی رضا) عطا کردی،اوراس کوخوف والی چیز(یعنی عذاب) سےامن دے دیا(ترجمہ ختم)

اورایک روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

يَضُحَكُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلَيُنِ :رَجُلٍ لَقِیَ الْعَدُوَّ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ مِنُ أَمُثَلِ خَيُلِ أَصُحَابِهٖ فَانُهَزَمُوا وَثَبَتَ، فَإِنُ قُتِلَ اسُتُشُهِدَ، وَإِنُ بَقِیَ فَذٰلِکَ الَّذِیُ

---

[1] رواه الطبرانی فی الكبير وإسناده حسن.(مجمع الزوائد ج۲ص۲۵۶، باب فی صلاة الليل)

يَضحَكُ اللّٰهُ إِلَيهِ، وَرَجُلٍ قَامَ فِي جَوفِ اللَّيلِ لا يَعلَمُ بِهِ أَحَدٌ، فَتَوَضَّأَ فَأَسبَغَ الوُضُوءَ، ثُمَّ حَمِدَ اللّٰهَ وَمَجَّدَهُ، وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، وَاستَفتَحَ القُرآنَ، فَذَلِكَ الَّذِي يَضحَكُ اللّٰهُ إِلَيهِ يَقُولُ :انظُرُوا إِلَى عَبدِي قَائِمًا لا يَرَاهُ أَحَدٌ غَيرِي (السنن الكبرىٰ للنسائی حدیث نمبر ۱۰۶۳۷،واللفظ لہٗ،عمل الیوم واللیلۃ لابنِ سنی ،حدیث نمبر ۲۶۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ دوآدمیوں سے (بہت زیادہ) خوش ہوتے ہیں،ایک وہ جو دشمن سے مقابلہ کرے،اوراپنے ساتھیوں کے گھوڑوں سے زیادہ بہتر گھوڑے پرسوار ہو، پھراس کے ساتھی مغلوب ہوجائیں،اور یہ ثابت قدم رہے (اچھا گھوڑا ہونے کے باوجود راہِ فرار اختیار نہ کرے) پھریا تو قتل ہوجائے ،اورشہادت کو پائے ،یا پھرزندہ باقی رہے،تواس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں،اوردوسراوہ آدمی جورات کے اندراٹھتاہے،جس کا (اللہ کے علاوہ) کسی کوعلم نہیں ہوتا، پھروہ وضوکرتاہے،اوراچھی طرح وضوکرتاہے، پھراللہ تعالیٰ کی تعریف کرتاہے،اور بزرگی بیان کرتاہے،اور نبی ﷺ پردرود بھیجتاہے،اورقرآن مجید کھولتاہے، پس اس سے بھی اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں،اورفرماتے ہیں کہ میرے بندے کو دیکھو،اس حال میں (عبادت کے لئے) کھڑاہوا کہ اسے میرے علاوہ کوئی نہیں دیکھ رہا (ترجمہ ختم)

اورحضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الجَنَّةِ غُرَفًا تُرَى ظُهُورُهَا مِن بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِن ظُهُورِهَا فَقَامَ أَعرَابِيٌّ فَقَالَ لِمَن هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لِمَن أَطَابَ الكَلامَ وَأَطعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلَّى لِلّٰهِ بِاللَّيلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ (ترمذی،حدیث نمبر ۱۹۸۴ ،ابواب البر والصلۃ،بَاب مَا جَاءَ فِي قَولِ المَعرُوفِ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک بالاخانہ ہے،جس کا باہر کا حصہ اندر کے حصے سے،اوراندرکا حصہ باہر کے حصے سے نظرآتاہے،یہ سن کرایک دیہاتی آدمی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کس کے لئے ہے؟ تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو پاکیزہ گفتگو کرے،اورکھانا کھلائے ،اور روزے رکھنے میں دوام اختیار کرے،اور اللہ کے لئے

رات کو اس وقت نماز پڑھے، جب لوگ سوئے ہوئے ہوں (ترجمہ ختم)

روزہ رکھنے میں دوام اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ رمضان کے فرض اور اس کے علاوہ مسنون روزے رکھے (فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۲۳۱۴، حرف الھمزۃ)

حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔
(ملاحظہ ہو: مسند الشامیین للطبرانی حدیث نمبر ۱۲۴۷، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۳۴۶۷)

اور تھوڑے سے مضمون کے فرق کے ساتھ اور سندوں سے بھی مروی ہے۔
(ملاحظہ ہو: المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۳۴۶۶)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۱۳۰۸، کتاب الصلاۃ، باب قیام اللیل، واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۷۴۱۰ باسناد قوی، صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۲۵۶۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے، جو رات کو کھڑا ہو، پھر نماز پڑھے، اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، پھر اگر وہ نہ جاگے، تو اس کے چہرے میں پانی چھڑک دے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کو کھڑی ہو، پھر نماز پڑھے، اور اپنے شوہر کو جگائے، پھر اگر وہ نہ جاگے، تو اس کے چہرے میں پانی چھڑک دے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَيْقَظَ مِنْ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا كُتِبَا مِنْ الذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۱۴۵۱، کتاب الصلاۃ، باب الحث علی قیام اللیل، واللفظ لہٗ، ابن ماجۃ حدیث نمبر ۱۳۳۵، صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۲۵۶۸ باسناد صحیح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بیدار ہو، اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے، پھر وہ دونوں دو رکعتیں پڑھیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں اور کثرت سے

ذکر کرنے والیوں میں لکھے جائیں گے (ترجمہ ختم)

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ ارشاد مبارک سنا کہ:

إِنَّ فِی اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذٰلِکَ كُلَّ لَيْلَةٍ(مسلم، حدیث نمبر ۱۲۵۹)

ترجمہ: رات میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ اس گھڑی میں جو بھی مسلمان آدمی اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی کسی خیر کی دعا کر رہا ہو، تو اس کو اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتے ہیں، اور یہ گھڑی ہر رات میں ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ قبولیت کی گھڑی رات کو کسی وقت میں ہوتی ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ آخری تہائی رات میں ہوتی ہے۔

(کذافی :دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین،باب فضل قیام اللیل)

اورحضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيْتُ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ طَاهِرًا فَيَتَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ(مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۰۴۸، واللفظ لہ،ابو داؤد حدیث نمبر ۵۰۴۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی (رات کو) اللہ کا ذکر کر کے پاکی کی حالت میں سوتا ہے، پھر وہ رات کو بیدار ہوتا ہے، اور اللہ عزوجل سے دنیا وآخرت کی کسی بھی بہتر چیز کا سوال کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے رات کے وقت عبادت اور دعا کی قبولیت معلوم ہوئی۔

Idara Ghufran

صحراؤں سے تم پھول نہیں چن سکتے

جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورة الاعراف آیت ۹۶)

ترجمہ: اگران بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہوجاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے خزانے کھول دیتے مگرانہوں نے تو تکذیب کی توان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑلیا۔

آیتِ کریمہ میں اجتماعی طور پر کسی معاشرے،قوم اور سوسائٹی کا اللہ کی فرمانبرداری والی زندگی اختیار کرنے کی صورت میں ان کے ساتھ ہر طرح کی زمینی آسمانی برکات کا وعدہ ہے، جن میں رزق وروزی اور پیداوار کی برکت سب سے نمایاں ہے، کہ آسمان سے وقت پر بارش ہو، زمین اپنے خزانے اگل دے، بھرپور پیداوار ہو، اناج، غلوں،سبزیوں،ترکاریوں، پھلوں،میوں اور گھاس چارے کی بہتات ہو،انسان بھی نعمتوں سے نہال ہوں،ڈھورڈنگر،مویشی، چرند پرندسب آسودہ حال وخوشحال ہوں،جبکہ نافرمانی کی صورت میں بجائے ان آسمانی وزمینی برکات کے اللہ کے گرفت وعذاب میں مبتلا ہونے کی وعید ہے، جو کبھی خشک سالی وقحط سالی اور رزق وروزی میں تنگی کی صورت میں آتی ہے،تو کبھی زلزلوں ،طوفانوں، سیلابوں، بدامنی،خانہ جنگی، ظالم وجابر اور نااہل حکمرانوں کے تسلط اوران کی طرف سے جورو جبر اور لوٹ مار کی شکل میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

اوراسی طرح بعض روایات میں انفرادی طور پر کسی آدمی کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی، گناہوں والی،اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت وسرکشی والی زندگی اختیار کرنے کی صورت میں رزق وروزی سے محرومی اور تنگی کی خبر ہے۔

پس نافرمانی والی زندگی کوئی فرد اختیار کرے،تو وہ اس کے نتائجِ بد،رزق وروزی میں بے برکتی وغیرہ کی صورت میں دیکھے گا،اور کوئی معاشرہ وسوسائٹی اس غلط ڈگر پر چلنے لگے،تو وہ پوری قوم اور پورا معاشرہ معاشی بدحالی وغیرہ کی صورت میں اس کا وبال بھگتے گا،قرآن وحدیث کے یہ نصوص اس حوالے سے ایک

آئینہ ہیں، ہم اپنے خدوخال اس آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں، انفرادی، نجی وذاتی احوال بھی اوراجتماعی وقومی حالتِ زار بھی، آیئے آگے بڑھنے سے پہلے اس آئینے میں ذرا اپنا سراپا ملاحظہ کرلیں۔

انفرادی ومعاشرتی کثیرالوقوع نافرمانیاں

(۱) ضروری درجے کے علمِ دین کے حصول سے غفلت ومحرومی۔ [۱]

(۲) نمازوں کو ضائع کرنا **(۳)** ذرائع آمدن اور کمانے میں حلال کا اہتمام بالکل نہ کرنا یا اس میں کوتاہی کرنا (مثلاً ناجائز چیزوں کا کاروبار کرنا، حرام ملازمتیں کرنا جیسے سودی اداروں کی بہت سی ملازمتیں، یا کاروبار تو بنیادی طور پر حلال ہو، لیکن خیانت، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، دھوکہ، غلط بیانی، جھوٹ وغیرہ کی آمیزش سے اس میں حرام کی ملاوٹ ہوجاتی ہے، اسی طرح ملازمت تو بنیادی طور پر جائز ہو، لیکن منصبی فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کام چوری، رشوت خوری، وقت پر جائے ملازمت پر نہ پہنچنا وغیرہ امور سے اس میں حرام کی ملاوٹ کرلی، کیونکہ جب ملازمت کے تقاضے اور منصبی ذمہ داری پوری نہ کریں گے، تو تنخواہ میں اور کاروبار کی صورت میں آمدنی اور منافع میں بھی قباحت اور کراہت آجائے گی) **(۴)** بہت سے اخلاقی گناہوں جیسے منافقت، حسد، تکبر، لالچ، حرص، دنیا کی حد سے متجاوز محبت، ریاءکاری وغیرہ میں مبتلا ہونا **(۵)** اعضاء وجوارح کے مختلف گناہوں کا عام رواج ہوجانا اور ان کا دھڑلّے سے ارتکاب کرنا، مثلاً زبان کے متعلقہ گناہ، جھوٹ، الزام تراشی وبہتان تراشی، چغل خوری، بدتمیزی، گالی گلوچ وزبان درازی نیز چرب زبانی، فحش گوئی، فضول گوئی، طعن وتشنیع، آنکھوں سے بدنظری کرنا (واضح رہے کہ بدنظری جس طرح اصالتاً منع ہے، تصویر، فلم، ڈرامہ وغیرہ کی صورت میں بھی منع ہے، آج ٹی وی، انٹرنیٹ، کیبل وغیرہ پر بے ہودہ چیزیں اور پروگرام دیکھنے کی صورت میں بدنظری کے اس گناہ کی معاشرے میں کتنی بہتات اور کثرت ہے؟) اسی طرح کانوں سے گانے بجانے اور دیگر مختلف نامشروع آوازیں سننا، غیبت سننا وغیرہ **(۶)** اسلامی وضع قطع، شکل وصورت اور لباس پوشاک کو چھوڑ کر غیر مسلموں، فاسقوں، فاجروں اور اللہ کے باغیوں کی وضع قطع، چال ڈھال، شکل وصورت، لباس وپوشاک کا اختیار کرنا، اس میں مسلمان جس کثرت سے مبتلا ہیں، وہ امتِ مسلمہ کے اس دور کے بڑے المیوں میں سے ایک بڑا المیہ ہے

---

[۱] ہر مسلمان پر دین کا اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے، جس سے روزمرہ زندگی کے متعلق فرض واجب احکام، حرام حلال، جائز ناجائز اور پاکی ناپاکی کے ضروری مسائل سے آگاہی ہو، اور اس درجے کا علم سیکھنا ایسا ہی فرض ہے، جیسے نماز روزہ فرض ہے، کیونکہ اس کے بغیر احکامِ شرع پر عمل کرنے کے قابل نہ ہو سکے گا۔

(۷) گھروں میں بے پردگی، اور برادری وخاندان کے غیرمحارم کے ساتھ بلاتکلف اختلاط وارتباط، خواتین کا بے پردہ گھروں سے نکلنا، اور زندگی کی دوڑ میں مَردوں کے شانہ بشانہ حصہ لینا **(۸)** میراث کو شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم نہ کرنا، بلکہ عموماً نرینہ اولاد کا باپ کے سارے ترکہ پر قابض ہوکر بہنوں کو، بیٹیوں کو محروم کرنا (اور کچھ لوگ برائے نام رسمی طور پر بہنوں سے معافی تلافی کرالیتے ہیں، یہ رسمی عمل شرعاً معتبر نہیں) اس طرح کئی کئی نسلوں سے میراث کی شرعی تقسیم نہیں ہوئی ہوتی (تو اب اس مال اور جائیداد میں برکت اور سکون کہاں سے آئے گا، جس میں نہ جانے کتنے حقداروں کا حق غاصبانہ طور پر شامل ہے؟) **(۹)** معاشرتی زندگی کے قریب قریب تمام شعبوں میں شریعت کے اکثر احکام کی خلاف ورزی یا ان میں افراط وتفریط مثلاً رہنے سہنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں قدم قدم پر شریعت کے احکام وآداب ہیں، لیکن ان سب مواقع پر بالعموم ان کی پائمالی ہوتی ہے، اور اکثر ان احکام وآداب کی رعایت کو حاشیہ خیال میں بھی نہیں لایا جاتا، عمل درآمد تو دور کی بات ہے (اور پھر بہت لوگ ان احکام سے جاہل اور ناواقف بھی ہیں) اسی طرح میاں بیوی کے آپس میں حقوق وفرائض، اولاد والدین کے ایک دوسرے کے متعلق حقوق وفرائض، بہن بھائیوں اور دوسرے قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے متعلق حقوق وفرائض، معاشرتی احکام میں ان سب حوالوں سے شریعت کی مستقل تعلیمات موجود ہیں، لیکن نہ ان شرعی احکام سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے، اور نہ صحیح طور پر ان کی رعایت کی جاتی ہے، بلکہ گھریلو زندگی میں زیادہ تر ناچاقیوں، نااتفاقیوں، اختلافات وتنازعات کا سبب ہی یہ ہوتا ہے کہ ہرفریق دوسروں سے اپنے حقوق تو پورے کرانا چاہتا ہے، لیکن دوسرے فریق کے جو حقوق اس کے ذمہ ہیں، جو اس کے فرائض کا حصہ ہیں، وہ انہیں فراموش کردیتا ہے، جبکہ اتفاق اور خوش معاملگی کا اصل راز یہ ہے کہ ہرفرد اپنے ذمے جن اہلِ حقوق کے حقوق ہیں، وہ ادا کرنے کا اہتمام کرے، اور دوسرا اگر اس کے حقوق کی بجا آوری میں کوتاہی کرے، تو جہاں تک ہوسکے صبر کرے، تحمل سے کام لے یا اچھے انداز میں، خیرخواہی کے ساتھ (نہ کہ طعن وتشنیع، اکھڑپن، اور درشتی وسختی کے ساتھ) اسے متوجہ کرے، سلف صالحین، صحابہ وتابعین اور پچھلے زمانوں کے نیک صالح لوگوں کا طرز وطریقہ یہی تھا کہ وہ دوسروں کے حقوق کے متعلق تو فکرمند اور لرزاں وترساں رہتے تھے، کہ کل قیامت کو کوئی صاحبِ حق اپنے حق کا دعویٰ لے کر نہ کھڑا ہوجائے، ورنہ لینے کے دینے پڑجائیں گے، اور حقوق العباد کے معاملات میں تو قیامت کے دن انصاف کا پیمانہ بھی

یہ ہوگا کہ اگر صاحبِ حق نے معاف نہ کیا، تو اس کی نیکیاں اس کے کھاتے میں ڈالی جائیں گی۔ بہرحال ان احکامات کی خلاف ورزی کے اخروی وبال کے علاوہ یہ دنیوی نقد وبال بھی کیا کم ہے کہ گھروں اور گھرانوں سے سکون، پیار ومحبت، امن واخلاص، مفقود ونا پید ہو چکا ہے، گھر گھر جھگڑے ہیں، پورے پورے ٹبّر آپس میں ہی محاذِ جنگ قائم کر کے حالتِ جنگ میں ہیں، کہیں ساس بہو نے گھر کو اکھاڑا بنایا ہوا ہے، تو کہیں بھائی بھائی کی گردن ناپتا ہے، کہیں میاں بیوی میں ہم آہنگی، الفت ومناسبت ناپید ہے، تو کہیں دیورانیوں، جھٹانیوں، بھاوج اور نندوں نے گھر بھر کی لام بندی کر رکھی ہے، اور بات بات پر باہم جوتم پیزار ہونا، ایک دوسرے کی سات نسلوں کا شمار واحتساب کرنا، پرانے مردے اکھاڑنا، اور بال کی کھال اتارنا، گویا کہ ان کی زندگی کا اہم ترین مشغلہ اور دھندہ ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے زندگی ان رذیل مشغلوں کی نذر کرنے کے لئے دی ہے؟

حالانکہ ہمارا دین تو وہ دین اور قرآن وہ کتابِ ہدایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے طریقے اور اسوہ حسنہ وہ پرنور چراغ ہے، کہ جس نے کفر ونافرمانی، انتشار وفساد اور غفلت وجہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیاروں میں سر سے پاؤں تک ڈوبی ہوئی دنیائے انسانیت کو ایمان وہدایت، امن وآشتی، اتحاد واتفاق اور نیک چلنی وخدا طلبی کے اجیالے عطا کئے تھے، اور زمانۂ جاہلیت کی خونریزیوں اور عرب قبیلوں کی خون آشامیوں اور سفاکیوں کو تھوڑے عرصے میں پیار محبت، یگانگت، ہمدری اور غمخواری سے بدل دیا تھا، ان کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا، جن کے دل ایک دوسرے کے لئے دھڑکتے۔

ہاں دینِ اسلام وہ دین ہے، جس نے زمانہ جاہلیت میں بنی بکر اور تغلب کی وہ لڑائی جو نصف صدی کے قریب جاری رہی، اور جس میں ان کی پوری پوری نسلوں کا صفایا ہو گیا تھا، اس کو آن کر ختم کر دیا تھا۔ [1]

تو کیا وجہ ہے کہ آج وہ دین ایک گھر کے اندر ساس بہو کی لڑائی ختم نہیں کر سکتا، بھائی بھائی کا اختلاف دور نہیں کر سکتا، میاں بیوی کے درمیان اس رشتے کے تقدس اور ذمہ داریوں کو اجاگر نہیں کر سکتا؟

کر سکتا ہے، ضرور کر سکتا ہے، دین بھی وہی، اس کے احکام بھی وہی، اس کی تعلیمات بھی وہی، لیکن شرط یہ ہے کہ دین کا قرآن نامی دستور طاقچوں میں رکھنے یا شوکیسوں میں سجانے یا مرنے والوں پر فاتحہ پڑھنے اور ان کو مفت میں

---

[1] اس جنگ کا نام حربِ بسوس تھا، یہ محض کسی کے کھیت میں دوسرے کا اونٹ چلے جانے سے شروع ہوئی تھی، مسدس میں حالیؔ نے اس کو یوں نظم کیا ہے:

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی | صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی | تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ | کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

Idara Ghufran

بخشوانے کے بجائے گھر کے ان زندہ افراد کے دلوں میں زندہ ہو، اس کے احکام کو وہ سیکھ سمجھ کر اپنے اوپر لاگو کریں۔
دوستو! ہماری انفرادی زندگیوں کے اس خدا بے گانہ اور دین سے باغیانہ روش نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں کہ آج گھر گھر میں دنیوی ساز وسامان کی فراوانی، اسبابِ راحت کی فراوانی کے باوجود راحت کو ہم ترس گئے، سکھ چین کو ہم ترس گئے، ہماری روحیں گھائل ہیں، ہمارے دل زخما گئے ہیں، زندگیاں ٹینشن اور ڈیپریشن میں گھر گئیں، پہلے وقتوں میں ایک بندہ کماتا تھا، اور گھر بھر کھاتا تھا، اور تھوڑی کمائی میں پورا کنبہ اور ٹبّر قناعت واطمینان کے ساتھ گزر بسر کرتا تھا، آج پیسے کی ریل پیل ہے، شوہر بھی کمارہا ہے، بیوی بھی کمارہی ہے، بیٹا بھی کمارہا ہے، بیٹی بھی کمارہی ہے، لیکن پھر بھی نہ برکت ہے، نہ حقیقی راحت، نہ سکون ہے، نہ طمانیت۔
کیا اس سے یہ بات واضح نہیں ہوجاتی کہ دل کا سکون، حقیقی سکھ چین، ان اسبابِ راحت اور دنیوی ساز وسامان میں نہیں، بلکہ کسی اور چیز میں ہے، وہ اور چیز اگر موجود ہے، تو یہ اسبابِ راحت نہ ہونے کے باوجود راحت وسکون اور دل کا اطمینان مل جاتا ہے، جو کہ اس نفسانفسی اور خودغرضی ومادیت سے بھرپور زمانے سے پہلے لوگوں کو بڑی حد تک حاصل تھا، اس اور چیز کا حامل جھونپڑی میں بھی رہتا ہو، گھاس پھونس یا فٹ پاتھ پر بھی سوتا ہو، نانِ جویں سے محروم اور فاقہ مست ہو، تو بھی دل کا بادشاہ ہوتا ہے، اس کو جو سکون اور طمانیتِ قلبی حاصل ہوتی ہے، اس پر ہفتِ اقلیم کی سلطنت واری جاسکتی ہے۔ ؎

دلے دارم جواہر پارہ عشق درتحویلش　　　　که داند میرے سامانے که من درام

اوا گر وہ چیز حاصل نہ ہو تو سکونِ محض زمینی ساز وسامان سے، مادی آلات واسباب سے کبھی بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا، یہ جائز وناجائز اور حرام وحلال ذرائع سے دنیوی ساز وسامان اکٹھا کر کے اور عیاشی وخوشی عیشی کے بھرپور انتظامات کر کے ہم جو آسودہ حال وخوشحال ہوجاتے ہیں، اور زندگی کے شغل میلوں میں بالکل مست ومگن ہوجاتے ہیں، یہ حقیقی سکون اور طمانیت تھوڑا ہی ہے، یہ تو غفلت کا نشہ ہے، جیسے شراب اور ہیروئن کا نشہ کر کے بہت سے لوگ غم غلط کرتے ہیں، اور اس نشے اور مستی کے دورانیے میں دنیا وجہان کے غموں اور فکروں سے آزاد ہوجاتے ہیں، لیکن جب نشہ اترتا ہے، تو یہ حال ہوتا ہے۔ ع

آبلہ پائی وہی ہوگی، نیا خارزار ہوگا

وہ اور چیز کیا ہے، جس سے دل اطمینان پاتے ہیں، زندگی سکھی ہوجاتی ہے، قلب سکون سے لبریز ہوجاتے ہیں، روح میں بالیدگی، اور دل میں حلاوتِ ایمانی پیدا ہوتی ہے، وہ چیز اس آیت میں مذکور ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد، آیت ۲۸)

ترجمہ: یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

ہاں وہ چیز ایمان وعملِ صالح ہے (اللہ کے ذکر سے مراد اللہ کا پورا دین ہے) جو نبوت کی دوکانوں سے ملتی ہے، آسمانی شریعتوں سے انسانی قلوب میں اترتی ہے، شریعتِ محمدی کے احکام پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوتی ہے، یہ خدائی نسخہ ہے، حضرت آدم سے تا ایں دم اور تا قیامت حقیقی سکون، برکت اور راحت واطمینان کو اس کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے، جب مسلمانوں کے پاس یہ دولت تھی، تو وہ خود بھی ہزار سال سے زیادہ عرصے تک دنیا کے امام وپاسبان اور سلطنتوں کے مالک اور انسانیت کے نگہبان تھے، اور ان سے یہ دولت سارے انسانی معاشروں میں بٹتی رہی، اور لوگ کفر وشرک، جہالت وغفلت کی تاریکیوں سے نکل نکل کر نورِ ایمان سے نہال ہوتے رہے، اور زندگی وحیاۃِ دنیوی کے راز ومقصد سے آگاہ ہوتے رہے۔

جب مسلمانوں نے اپنے گھر کی اس پونجی کو ٹھکرا دیا، تو خود بھی زمین کے مشارق ومغارب میں رُل گئے، اور باقی انسانیت بھی ہدایت کے فیض سے محروم ہوگئی، اور طاغوتی وننگِ انسانیت طاقتیں اور شر کی قوتیں دنیا پر چھا گئیں، جنہوں نے اپنی سفلی خواہشات کی تکمیل کو اور اپنے لئے خدائی اختیارات کے حصول کو زندگی کا بڑا مقصد بنا رکھا ہے، اور اس کو پانے کے لئے انہوں نے ساری انسانیت کے امن وچین کو تاراج کر رکھا ہے، اس طرح دنیائے انسانیت المیوں اور بحرانوں کا شکار ہوگئی، صدیوں سے انسانیت اسی بحران کا شکار ہے، اور یہ بحران بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ؎

جس قدر تسخیرِ شمس وقمر ہوتی گئی　　زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی

کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ امتِ مسلمہ اپنے فراموش کردہ سبق کو یاد کرلے، اپنے مقام کو سمجھ لے، اپنے روٹھے ماضی کو واپس لانے کے لئے اس نسخۂ شفا اور پیغامِ ہدایت کو خود بھی اپنالے، اور سسکتی انسانیت کو بھی یہ سبق پڑھائے، کہ آج کی دنیا مادی طور پر بہت ترقی یافتہ ہوچکی ہے، جدید انسان چاند تاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے، اور تسخیرِ کائنات کے سفر میں بہت آگے تک جا چکا ہے، لیکن ہدایت کے اس انمول موتی، اور رب چاہی زندگی گزارنے کے ڈھنگ سے یہ محروم ہے، تو گویا ہر چیز سے محروم ہے، بہت کچھ پاس ہونے کے باوجود بھی گویا کہ کچھ بھی پاس نہیں، کہ جب انسانیت کی روح گھائل اور دل سکون سے محروم ہوں، تو سب چیزوں کی حیثیت ثانوی رہ جاتی ہے۔ ؎

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　اپنی زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

Iqra Gufran

مقالات ومضامین　مفتی محمد رضوان

حضرت مولانا محمد خلیل صاحب (تبلیغی مرکز، راولپنڈی)

مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز راولپنڈی کے مہتمم حضرت مولانا محمد خلیل صاحب مؤرخہ ۱۵/محرم ۱۴۳۲ھ، 21/ دسمبر/2010ء بدھ کی شب بعد مغرب وصال فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کا جنازہ تبلیغی مرکز راولپنڈی میں بروز بدھ بعد نمازِ ظہر دو بجے ادا کیا گیا، جنازہ میں عوام اور خواص کے علاوہ اہلِ علم کے بڑے طبقہ نے شرکت فرمائی۔

مولانا مرحوم ولی اللّٰہی صفات کے بزرگ اور گوناگوں صفات کے حامل تھے، عبادت ونجابت، زہد وتقویٰ، حسنِ اخلاق ومعاشرت، جود وسخا، اور دیگر نیک اوصاف کے باعث آپ کو اللہ تعالیٰ نے عوام وخواص میں غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی تھی۔

مولانا محمد خلیل صاحب کے والد صاحب مرحوم کا نام حاجی حبیب اللہ تھا، اور آپ کشمیر کی مشہور قوم ''لون'' سے تعلق رکھتے تھے، مولانا موصوف مرحوم کی ولادت 27 / جون/ 1927ء بتائی جاتی ہے، اور آپ کی ولادت جموں کشمیر انڈیا کے مقام وان پورہ، تحصیل گریز، ضلع بانڈی پورہ ہے۔

مولانا محمد خلیل صاحب مرحوم کا جس گھرانہ سے تعلق تھا، وہ گھرانہ اور بطورِ خاص آپ کے والد صاحب جناب حاجی حبیب اللہ صاحب پابندِ صوم وصلاۃ اور عبادت وتہجد گزار سادہ صفات بزرگ تھے، اور ضیافت ومہمانداری اور جود وسخا میں اپنی مثال آپ تھے۔

مولانا محمد خلیل صاحب مرحوم کو بھی اپنے آباء واجداد سے یہ صفات ورثہ میں حاصل ہوئیں۔

مولانا موصوف نے ابتدائی عصری تعلیم اپنے علاقہ کے قریب بانڈی پورہ کے سکول میں حاصل کی، آپ کو نماز کا شوق واہتمام تو بچپن میں اسی وقت حاصل ہوگیا تھا، جب آپ سکول میں زیرِ تعلیم تھے۔

آپ کا ابتدائی عقدِ نکاح نوعمری میں آپ کے خاندان میں ہوگیا تھا، لیکن بعد میں جب آپ پاکستان ہجرت فرما کر تشریف لے آئے، تو کچھ زمانہ کے بعد سسرال والوں کی رضامندی سے پہلی بیوی سے عقدِ نکاح ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا، اور اس طرح طلاق دے کر سابقہ بیوی سے علیحدگی اختیار فرمائی۔

سکول میں زیرِ تعلیم رہنے کے زمانہ میں ہی جب آپ آٹھویں جماعت میں تھے، آپ کو دینی تعلیم کا شوق

پیدا ہوگیا، 1948ء کے زمانہ میں آپ جموں کشمیر، انڈیا سے علمِ دین حاصل کرنے کی خاطر پاکستان تشریف لائے، اور گلگت کے علاقے میں ابتدائی دینی کتب پڑھیں، اس کے بعد کچھ عرصہ ہزارہ اور مظفر آباد کے علاقوں میں دینی تعلیم حاصل کی۔

بعد میں آپ نے دارالعلوم فیصل آباد میں مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی، وہاں سے آپ 1954ء میں دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لے آئے، اور 1960ء میں خیر المدارس ہی سے دورہ حدیث سے فارغ ہوئے۔

جامعہ خیر المدارس ملتان میں قیام کے دوران آپ کا تبلیغی جماعت کے ساتھ غیر معمولی تعلق اور وابستگی ہوگئی تھی، اس زمانہ میں خیر المدارس کے مہتمم جناب حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ تھے، مولانا موصوف کا جامعہ خیر المدارس میں قیام کے دوران مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی قریبی تعلق قائم ہوگیا تھا، اور اس زمانہ میں جامعہ کے مفتی عبداللہ صاحب سے بھی آپ کا گہرا ربط وضبط ہوگیا تھا، طالبِ علمی کے دوران مولانا مرحوم نے ان دونوں بزرگوں کی خوب خدمت کی، اسی دوران آپ کا عقدِ ثانی بھی ہوا۔

جامعہ خیر المدارس سے فراغت کے بعد آپ نے طویل تبلیغی اسفار کیے، اسی زمانے میں آپ کو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

1961ء میں آپ نے تبلیغی کام کے سلسلہ میں کچھ عرصہ مرکز نظام الدین، دہلی، انڈیا میں قیام فرمایا، اور اس کے بعد متعدد مرتبہ حج کا سفر فرمایا، اسی دوران آپ تبلیغی خدمات کے سلسلہ میں حبشہ میں بھی مقیم رہے۔

1965ء میں آپ نے ساری زندگی تبلیغی و دینی کام سے وابستہ رہنے کا عزم فرمالیا، پھر آپ کو رائے ونڈ کے مرکز میں تدریس کی سعادت حاصل ہوئی، 1968ء میں بزرگوں کی طرف سے آپ کی تشکیل رائے ونڈ سے راولپنڈی کے تبلیغی مرکز میں کردی گئی۔

ابتداء میں آپ نے شیخاں والی مسجد، ڈھیری حسن آباد (راولپنڈی) میں ذمہ دار کی حیثیت سے وقت گزارا، جو اس زمانہ میں راولپنڈی کا تبلیغی مرکز تھا، پھر جب زکریا مسجد اور اس کے ساتھ مدرسہ عربیہ کی بنیاد ڈالی گئی، تو آپ کو مدرسہ عربیہ کا بھی مہتمم مقرر کیا گیا، اس ذمہ داری اور خدمت کو آپ نے تادمِ حیات بحسن وخوبی نبھایا، اور مدرسہ کے تمام امور بشمول طلبۂ کرام کی تربیت کے وسیع تر دینی و تبلیغی اور علمی خدمات انجام دیں۔

اخلاص، تواضع وانکساری کا یہ عالَم تھا کہ آپ رات کو چھپ کر مدرسہ کے بیت الخلاء صاف فرماتے تھے، ہر سال مدرسہ کی تعلیمی کیفیت کا جائزہ کے لئے رائے ونڈ مرکز اور راولپنڈی و اسلام آباد کے علمائے کرام کو

مدعو فرماتے، اور رجسٹر پر ان کے تاثرات بھی لکھواتے تھے، اس سلسلہ میں متعدد مرتبہ بندہ بھی حاضر ہوا۔

آپ کے زیرِ اہتمام راولپنڈی اور اس کے مضافات میں متعدد مدارس کی شاخیں قائم ہوئیں، جو تا حال جاری ہیں، اس طرح آپ کی راولپنڈی کے تبلیغی مرکز کے ساتھ خدمات نصف صدی پر محیط ہیں۔

آپ کی سادگی وزہد کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ابتداء میں مرکز کے جس سادہ اور مختصر مکان میں رہائش اختیار کی تھی، تا دمِ آخر وہیں قیام پذیر رہے۔

مولانا مرحوم کے ساتھ بندہ کا تعلق اس وقت قائم ہوگیا تھا، جب فراغت کے بعد بندہ جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی میں دینی خدمات پر مامور ہوا تھا، یہ 1993ء کا زمانہ تھا، اس کے بعد سے لے کر تا دمِ حیات مولانا مرحوم سے للّٰہی تعلق وابستہ رہا، مولانا مرحوم کو جب کوئی دینی مسئلہ پیش آتا، اور اس میں تحقیق کی ضرورت محسوس فرماتے، تو بنفسِ نفیس چل کر تشریف لاتے تھے، اور تشریف لانے سے پہلے کسی واسطہ سے وقت بھی معلوم کرلیا کرتے تھے، اور شاذونادر ہی شاید کبھی بغیر اطلاع کے تشریف لائے ہوں، یہ مولانا موصوف کے حسنِ معاشرت، اصول پسندی اور تواضع واخلاص کی بہت بڑی دلیل تھی۔

1996ء میں بندہ کو مولانا مرحوم کے ساتھ تبلیغی دورہ پر عشرہ کے لئے کراچی جانے کا اتفاق ہوا، اس دورہ میں مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب مرحوم اور دیگر کئی مشاہیر اہلِ علم حضرات بھی شریک تھے، دس روز کی اس معیت ورفاقت میں مولانا موصوف کے تقویٰ وطہارت، انابت الی اللہ، قیامُ اللیل، حسنِ اخلاق اور ریاضت ومجاہدہ کو آنکھوں سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

راولپنڈی، اسلام آباد اور مضافات اور دیگر بے شمار علاقوں میں آپ کی تبلیغی وعلمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے شاگرد دینی، علمی اور تبلیغی خدمات میں مشغول ہیں، بلکہ اس وقت تبلیغی مرکز کے مدرسہ میں اساتذۂ کرام کی اکثر تعداد بھی آپ کے شاگرد حضرات ہی کی ہے۔

آپ کو شب بیداری، ذکر وفکر، اور تلاوت ودعا سے خصوصی لگاؤ تھا، جو آپ کا آخر تک معمول رہا، نیز مہمان نوازی کے معاملہ میں آپ کا ہاتھ بہت وسیع تھا، اور اکثر وبیشتر خود اپنے ہاتھ سے مہمانوں اور آنے والے حضرات کی خدمت کی کوشش فرماتے تھے۔

اور باوجودیکہ آپ کا تبلیغی جماعت کے ساتھ دیرینہ اور گہرا تعلق تھا، لیکن آپ ان اہلِ علم حضرات کی بھی دل وجان سے قدر فرماتے تھے، جو بظاہر تبلیغی جماعت سے عملی طور پر وابستہ نہیں ہوتے تھے، اور ان کے غیر رسمی اکرام میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

عام طور پر تبلیغی جماعت سے وابستہ بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں اکرامِ مسلم کا جذبہ دوسروں کو صرف تبلیغی کام کے ساتھ جوڑنے اور وابستہ کرنے کی بنیاد پر پایا جاتا ہے، حالانکہ اکرامِ مسلم، تبلیغی جماعت کا ایک مستقل نمبر ہے، جو تبلیغی اصولوں کے اعتبار سے بذاتِ خود مقصود ہے، مولانا مرحوم اکرامِ مسلم کے نمبر کو کسی دوسری غرض کا واسطہ بنائے بغیر اختیار فرماتے تھے۔

اسی طرح تبلیغی جماعت کے ساتھ غیر معمولی وابستگی کے بعد بہت سے عوام وخواص میں جو غلو اور دین کے دوسرے شعبوں اور دیگر جہات سے دینی خدمات انجام دینے والے اداروں اور خدّاموں کے حوالہ سے روکھا پن اور بے رخی کا مزاج پایا جاتا ہے، مولانا موصوف نے تا دمِ آخر اس غلو اور بے اعتدالی سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کیا، اور اعتدال کی صفت پر جمے رہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

چنانچہ بندہ کے پاس کثرت سے آمد ورفت اور ملاقات کے باوجود بندہ کو یاد نہیں پڑتا کہ مولانا موصوف نے کبھی بندہ کی مصروفیات کی اہمیت کو کسی نیچی نظر سے دیکھا ہو، اور ان کے مقابلہ میں تبلیغی جماعت کے کام کی فوقیت وبرتری کو ظاہر کر کے اس طرف لگنے کو ہی ترجیح دی ہو۔

اسی اعتدال کا نتیجہ تھا کہ آپ کو دینی مدارس اور علماء وطلبہ کے حلقوں میں خصوصی مقبولیت حاصل تھی، اور آپ کے اس مبارک ومعتدل طرزِ عمل سے تبلیغی جماعت کے کام کو بے حد فائدہ ہوا۔

یقیناً مولانا مرحوم کے وصال سے تبلیغی جماعت اور بزرگوں کے حلقے میں ایک غیر معمولی خلاء پیدا ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس خلاء کا بہتر ملاء فرمائیں۔

وفات سے قبل آپ کو غیر معمولی کمزوری واقع ہوگئی تھی، علاج ومعالجہ کے دوران تشخیص کرنے پر بلڈ کینسر کی بیماری کا پتہ چلا، الشفاء ہسپتال، اسلام آباد میں زیرِ علاج رہے، لیکن بیماری میں افاقہ نہ ہوا، اور بالآخر ۱۵/محرم ۱۴۳۲ھ، 21/دسمبر/2010ء کی شب سورج غروب ہونے کے بعد آپ کی ناسوتی زندگی کا سورج بھی غروب ہو گیا۔

آپ نے پسماندگان میں ایک بیوہ، پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا، تمام اولاد ماشاء اللہ تعالیٰ دینی تعلیم سے آراستہ ہے، آپ کے برخوردار کا اسمِ گرامی ''محمد ابراہیم'' ہے، اور ماشاء اللہ عالم باعمل ہیں، اور جامعہ خیر المدارس سے تخصص کرنے کا شرف بھی حاصل ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں، اور مولانا موصوف مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور تبلیغی مرکز راولپنڈی کو آپ کا صحیح جانشین اور متبادل عطا فرمائیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

مقالات و مضامین

مفتی منظور احمد

سود کے معاشی نقصانات (قسط ۱)

سود جہاں معاشرے کو اخلاقی لحاظ سے تباہ کر دیتا ہے وہاں معاشرے کو معاشی اعتبار سے بھی دیوالیہ بنا دیتا ہے۔

چنانچہ معاشی اعتبار سے بھی سود بہت سے نقصانات کا سبب ہے۔

جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱)......تجارت صنعت، زراعت اور تمام نفع آور (productive) کاموں کی معاشی بہتری اس میں ہے کہ جتنے بھی لوگ کسی کاروبار میں کسی بھی نوعیت سے شریک ہوں وہ سب کے سب اپنے مشترکہ کاروبار کے فروغ میں پوری دلچسپی رکھتے ہوں، ان کی دلی خواہش ہو کہ ہمارا کاروبار بڑھتا رہے، وہ کاروبار کے نقصان کو اپنا نقصان تصور کریں تاکہ ہر خطرے کے موقع پر اس کے دفعیہ کے لئے اجتماعی کوشش کریں، اور کاروبار کے فائدے کو اپنا فائدہ خیال کریں، تاکہ اسے پروان چڑھانے میں پوری طاقت صرف ہو۔

لیکن سودی کاروبار میں ان مفید جذبات کی کوئی رعایت نہیں کی جاتی بلکہ بعض اوقات معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، اس لئے کہ سود خور سرمایہ دار کو صرف اپنے نفع سے سروکار ہوتا ہے، اسے اسکی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کاروبار میں نفع ہو رہا ہے یا نقصان، کیونکہ وہ مسلسل اپنے دیے ہوئے سرمایہ پر نفع وصول کرتا رہتا ہے بلکہ بسا اوقات اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کاروبار کو جتنا ہو سکے دیر سے نفع ہو تاکہ وقت کے ساتھ ساتھ اسکا اپنا نفع بڑھتا رہے ظاہر ہے کہ یہ صورت حال تجارت اور معیشت کیلئے انتہائی نقصان دہ ہے۔

(۲)......سود کا ایک بڑا معاشی نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے سرمائے کا ایک بڑا حصہ محض اس وجہ سے کام میں نہیں لگتا کہ اس کا مالک شرح سود کے بڑھنے کا انتظار کرتا ہے باوجودیکہ اس کے بہت سے مصارف موجود ہوتے ہیں اور بیشمار لوگ کسی کاروبار کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے ملکی تجارت وصنعت کو بڑا نقصان ہوتا ہے اور عام لوگوں کی معاشی حالت بھی گر جاتی ہے۔

(۳)......سود کا ایک معاشی نقصان یہ ہے کہ سود خور کو چونکہ زیادہ شرح سود کا لالچ ہوتا ہے اس لئے وہ اپنا سرمایہ کاروبار کی واقعی ضرورت اور طبعی مانگ کے اعتبار سے نہیں لگاتا بلکہ محض اپنی ذاتی اغراض کو سامنے

رکھ کرسرمایہ لگانے کا فیصلہ کرتا ہے، مثلاً اگر اسکے سامنے یہ دوصورتیں ہوں کہ یا تو وہ اپنا سرمایہ کسی فلمی کمپنی میں لگائے یا بے گھر لوگوں کے لئے مکانات بنوا کرانہیں کرائے پر دے، اسے اگر فلم کمپنی سے زیادہ منافع کی امید ہوتو وہ یقیناً اپنا سرمایہ فلم کمپنی میں لگائے گا، بے گھر افراد کی اسے کوئی پرواہ نہ ہوگی، ظاہر ہے کہ یہ ذہنیت ملکی مفاد کے لئے کتنی خطرناک ہے؟

(۴)......سود خور دولت مند چونکہ سیدھے سادے طریقے پر کاروباری آدمی سے شرکت کا معاملہ نہیں کرتا کہ اسکے نفع نقصان میں برابر کا شریک ہو، اس لئے وہ یہ اندازہ لگاتا ہے کہ اس کاروبار میں تاجر کو کتنا نفع ہوگا؟

اسی نسبت سے وہ اپنی شرح سود متعین کرتا ہے اور عام طور پر وہ اسکے منافع کے اندازہ لگانے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتا ہے، جبکہ دوسری طرف قرض لینے والا اپنے نفع اور نقصان دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر بات کرتا ہے، چنانچہ جب کاروباری شخص کو نفع کی امید ہوتی ہے تو سرمایہ دار سے قرض لینے آتا ہے، سرمایہ دار معاملے کو بھانپ کر شرح سود بڑھا دیتا ہے کہ اس شرح پر سود لینا بالکل بے کار سمجھتا ہے، دائن (قرض دینے والا) مدیون (قرض لینے والا) کی اس کشمکش کی وجہ سے سرمایہ کام میں لگنا بند ہوجاتا ہے اور وہ بیکار پڑا رہتا ہے۔

پھر جب کساد بازای اپنی آخری حدوں تک پہنچ جاتی ہے اور سرمایہ دار کو خود اپنی ہلاکت نظر آنے لگتی ہے تو شرح سود گھٹا دیتا ہے اور پھر سرمایہ بازار میں آنے لگتا ہے، یہ وہ کاروباری چکر (Trade cycle) ہے کہ جسکی وجہ سے سارے سرمایہ کار پریشان ہیں، غور کیا جائے تو اس کا سبب ہی تجارتی سود ہے۔

(۵)......بعض اوقات بڑی بڑی تجارتی وصنعتی اسکیموں کیلئے سرمایہ بطور قرض لیا جاتا ہے اور اس پر ایک خاص شرح کے مطابق سود عائد کیا جاتا ہے اس طرح کے قرض عام طور پر دس، بیس یا تیس سال کے لئے حاصل کیے جاتے ہیں اور تمام مدت کیلئے ایک ہی شرح سود متعین ہوتی ہے، اس وقت اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ آئندہ بازار کے نرخ میں کیا اتار چڑھاؤ ہوگا، جس کی وجہ سے اگر قیمتیں گر جائیں تو سود خور تو متعین سو کی رقم لیتا رہے گا، اور مقروض یا تو دیوالیہ ہوجائے گا یا اپنے آپ کو بچانے کیلئے کوئی ایسی حرکت کریگا جو معاشی نظام کی خرابی کا باعث ہو۔ (جاری ہے............)

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (قسط۲)

(چند شبہات کا ازالہ)

ذکر کی حقیقت اور اس کی اقسام

ذکر کے لغت میں معنیٰ یاد کرنے کے آتے ہیں، اور یہ نسیان یعنی بھولنے اور غفلت کی ضد ہے۔ ۱ے

اور اگرچہ عرف میں ذکر کے معنیٰ زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وغیرہ کرنے کے زیادہ مشہور ہوگئے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کی زبان میں ذکر کا لفظ کئی دوسرے معانی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ ۲ے

چنانچہ ''ذکر'' علم کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے، اور اسی مناسبت سے بہت سے مفسرین نے اہلِ ذکر سے اہلِ علم مراد لئے ہیں۔ ۳ے

۱ے الذِّكر :نَقِيضُه النِّسْيَان لقوله تعالى " :وما أَنْسانِيُه إِلاَّ الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَه "والنِّسْيَان مَحلُّه القَلْبُ فكَذَا الذِّكر لأن الضِّدَّيْن يَجِبُ اتِّحَادُ مَحلِّهما(تاج العروس، مادة ذكر)

والذِكْرُ والذِكْرى، بالكسر :خلاف النِسْيان(الصحاح في اللغة، مادة ذكر)

الذِّكْر :ضد النّسيان؛ ذَكَرْتُ الشيءَ أذكُره ذِكْراً وذُكراً، وهو منّي على ذِكْر وعلى ذُكْر، والضمّ أعلى، وذَكَرْتُه ذِكْراً حسناً .وذكّرتُك اللهَ أن تفعل كذا وكذا كالقَسَم .ويقول الرجل للرجل إذا أنكره :من أنت أذْكُرُ، بالألف مقطوعة مفتوحة(جمهرة اللغة، مادة ذ ر ك)

والذِّكْر والذِّكْرَى والذُّكْرة ضدّ النِّسْيان تقول ذَكَرْتُه ذِكْرَى غير مُجْراةٍ واجْعَلْه مِنْك على ذُكْرٍ وذِكْرٍ بضم الذال وكسرها بمعنى .والذِّكْر الصِّيتُ والثَّناء .قال الله تعالى (ص والقُرْآن ذي الذِّكْرِ) أي ذي الشَّرَف. وذَكَره بعد النِّسْيان وذكره بلسانه وبقَلْبه يَذْكُره ذِكْراً وذُكْرة وذِكْرَى أيضاً وتَذَكَّر الشيءَ وأذْكَرَه غَيْرَه وذَكَّره بمعنًى .وادَّكَرَ بعد أمَةٍ أي ذَكَره بعد نِسْيان وأَصْلُه اذْتَكَر فأُدْغم .والتَّذْكِرة ما تُسْتَذْكَرُ بِهِ الحَاجَةُ(مختار الصحاح، مادة ذ ك ر)

۲ے ولفظ الذكر يطلق على ضد النسيان وعلى القرآن والوحي والحفظ والخبر والطاعة والشرف والخير واللوح المحفوظ وكل كتاب منزل من الله تعالى والنطق بالتسبيح والتفكر بالقلب والصلاة الواحدة ومطلق الصلاة والتوبة والغيب والخطبة والدعاء والثناء والصيت والشكر والقراءة فهذه زيادة على عشرين وجها من كلام الحربي والصنعاني وغيرهما (فتح الباري لابنِ حجر، ج ١ ص ١١٩ ، المقدمة، فصل ذ ع)

۳ے قال تعالیٰ:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورة النحل آیت ۴۳)

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ(سورة الانبياء آیت ۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور وعظ ونصیحت اور تدریس وتبلیغ کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ۱؎

اور نماز کے لئے بھی ذکر کا استعمال کیا گیا ہے، بلکہ نماز کو ذکر کا بڑا درجہ قرار دیا گیا ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ) أى :اسألوا أهل العلم من الأمم كاليهود والنصارى وسائر الطوائف(تفسیر ابنِ کثیر ، تحت آیت ۷ من سورة الانبیاء)

أخبرنى أبو القاسم الأزهرى ، نا أبو العباس محمد بن مكرم إملاء ، نا أبو بكر بن مجاهد المقرء ، نا عبد الله بن أيوب ، نا أبو بدر ، قال :سمعت عمرو بن قيس ، يقول فى قول الله تعالى : فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون ، قال : أهل العلم (الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادى،باب القول فيمن يسوغ له التقليد ومن لا يسوغ)

۱؎ قال تعالیٰ:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ(سورة القمر آیت ۱۷)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ(سورة القمر آیت ۲۲)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ(سورة القمر آیت ۳۲)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ(سورة القمر آیت ۴۰)

وقال تعالیٰ

قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا (سورة الفرقان آیت ۱۸)

(قَالُواْ سبحانك) تنزيهاً لك عما لا يليق بك (مَا كَانَ يَنبَغِى) يستقيم (لَنَآ أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ) أى غيرك (مِنْ أَوْلِيَآءَ) مفعول أول لنتخذ و من زائدة لتأكيد النفى ، وما قبله الثانى فكيف نأمر بعبادتنا؟ (ولكن مَّتَّعْتَهُمْ وَءابَآءَهُمْ) من قبلهم بإطالة العمر وسعة الرزق (حتى نَسُواْ الذكر) تركوا الموعظة والإيمان بالقرآن (وَكَانُواْ قَوْماً بُوراً) هلكى (تفسیر الجلالین ، تحت آیت ۱۸ من سورة الفرقان)

وقال تعالیٰ:

وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ (سورة ص آیت ۱)

(ص) الله أعلم بمراده به (والقرءان ذِى الذكر) أى البيان أو الشرف ، وجواب هذا القسم محذوف أى ما الأمر كما قال كفار مكة من تعدّد الآلهة (تفسیر الجلالین ، تحت آیت ۱ من سوة ص)

وقال تعالیٰ:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ (سورة الزمر آیت ۲۱)

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (سورة ق آیت ۳۷)

۲؎ وَقَدْ قَالَ تَعَالَى :(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إلَّا لِيَعْبُدُونِ) و "عِبَادَةُ اللَّهِ تَتَضَمَّنُ مَعْرِفَتَهُ وَمَحَبَّتَهُ وَالْخُضُوعَ لَهُ ؛ بَلْ تَتَضَمَّنُ كُلَّ مَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ .وَأَصْلُ ذَلِكَ وَأَجَلُّهُ مَا فِي الْقُلُوبِ :الْإِيمَانُ وَالْمَعْرِفَةُ وَالْمَحَبَّةُ لِلَّهِ وَالْخَشْيَةُ لَهُ وَالْإِنَابَةُ إلَيْهِ وَالتَّوَكُّلُ عَلَيْهِ وَالرِّضَى بِحُكْمِهِ مِمَّا تَضَمَّنُهُ الصَّلَاةُ وَالذِّكْرُ وَالدُّعَاءُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَكُلُّ ذَلِكَ دَاخِلٌ فِي مَعْنَى ذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّمَا الصَّلَاةُ وَذِكْرُ اللَّهِ مِنْ بَابِ عَطْفِ الْخَاصِّ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراطاعت کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے، جس میں شریعت کے تمام احکام پر عمل پیرا ہونا داخل ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَلَى الْعَامِّ كَقَوْلِهِ تَعَالَى :(وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ) وقَوْله تَعَالَى (وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ) كَمَا قَالَ تَعَالَى :(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ) فَجَعَلَ السَّعْيَ إِلَى الصَّلَاةِ سَعْيًا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ .وَلَمَّا كَانَتْ الصَّلَاةُ مُتَضَمِّنَةً لِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى الَّذِي هُوَ مَطْلُوبٌ لِذَاتِهِ وَالنَّهْيِ عَنْ الشَّرِّ الَّذِي هُوَ مَطْلُوبٌ لِغَيْرِهِ :قَالَ تَعَالَى :(إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ) أَيْ ذِكْرُ اللَّهِ الَّذِي فِي الصَّلَاةِ أَكْبَرُ مِنْ كَوْنِهَا تَنْهَى عَنْ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ؛ وَلَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّ ذِكْرَ اللَّهِ خَارِجَ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنْ الصَّلَاةِ وَمَا فِيهَا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ ؛ فَإِنَّ هَذَا خِلَافُ الْإِجْمَاعِ . وَلَمَّا كَانَ ذِكْرُ اللَّهِ هُوَ مَقْصُودَ الصَّلَاةِ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ :مَا دُمْت تَذْكُرُ اللَّهَ فَأَنْتَ فِي صَلَاةٍ وَلَوْ كُنْت فِي السُّوقِ .وَلَمَّا كَانَ ذِكْرُ اللَّهِ يَعُمُّ هَذَا كُلَّهُ قَالُوا :إنَّ مَجَالِسَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا فِيهِ ذِكْرُ أَمْرِ اللَّهِ وَنَهْيِهِ وَوَعْدِهِ وَوَعِيدِهِ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِنْ مَجَالِسِ الذِّكْرِ .وَالْمَقْصُودُ هُنَا :أَنْ يُعْرَفَ "مَرَاتِبُ الْمَصَالِحِ وَالْمَفَاسِدِ "وَمَا يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا لَا يُبْغِضُهُ مِمَّا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ وَرَسُولُهُ :كَانَ لِمَا يَتَضَمَّنُهُ مِنْ تَحْصِيلِ الْمَصَالِحِ الَّتِي يُحِبُّهَا وَيَرْضَاهَا وَدَفْعِ الْمَفَاسِدِ الَّتِي يُبْغِضُهَا وَيَسْخَطُهَا ؛ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ كَانَ لِتَضَمُّنِهِ مَا يُبْغِضُهُ وَيَسْخَطُهُ وَمَنْعِهِ مِمَّا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ .وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ يَقْصُرُ نَظَرُهُ عَنْ مَعْرِفَةِ مَا يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ مَصَالِحِ الْقُلُوبِ وَالنُّفُوسِ وَمَفَاسِدِهَا وَمَا يَنْفَعُهَا مِنْ حَقَائِقِ الْإِيمَانِ وَمَا يَضُرُّهَا مِنْ الْغَفْلَةِ وَالشَّهْوَةِ كَمَا قَالَ تَعَالَى :(وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا) وَقَالَ تَعَالَى :(فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا) (ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ)(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية ، ج۳۲ص۲۳۲،كتاب النكاح،)

۱؎ (فاذكرونى) بالطاعة .(أَذْكُرْكُمْ) بالثواب (تفسير البيضاوى، تحت آيت ۱۵۲، من سورة البقرة)

قال الزمخشرى :كما ذكرتكم بإرسال الرسول ، فاذكرونى بالطاعة أذكركم بالثواب .انتهى (تفسير البحر المحيط، تحت آيت ۱۵۲، من سورة البقرة)

فاذكرونى بالطاعة أذكركم بالثواب (تفسير النسفى، تحت آيت ۱۴۸ من سورة البقرة)

(فاذكرونى) بالصلاة والتسبيح ونحوه (تفسير الجلالين، تحت آيت ۱۵۲، من سورة البقرة)

ومعنى الاية :اذكرونى بالطاعة أذكركم بالثواب والمغفرة، قاله سعيد بن جبير .وقال أيضا :الذكر طاعة الله، فمن لم يطعه لم يذكره وإن أكثر التسبيح والتهليل و قراء ة القرآن، وروى عن النبى صلى الله عليه وسلم: (من أطاع الله فقد ذكر الله وإن أقل صلاته وصومه وصنيعه للخير ومن عصى الله فقد نسى الله وإن كثر صلاته وصومه وصنيعه للخير)(تفسيرقرطبى جلد۲سورة البقرة آيت نمبر ۱۵۲)

" عَنِ ابْنِ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ أَطَاعَ اللهَ فَقَدْ ذَكَرَ اللهَ، وَإِنْ قَلَّتْ صَلَاتُهُ وَصِيَامُهُ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ، وَمَنْ عَصَى اللّٰهَ فَقَدْ نَسِيَ اللّٰهَ وَإِنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ وَصِيَامُهُ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ (شعب الايمان،حديث نمبر ۶۷۷، الفصل الثانى فى الذكر ،معرفة الصحابة لابى نعيم۶۵۱۴،الزهد والرقائق لابن المبارك،باب حسن السريرة)

عن سعيد بن جبير، قال :إن الخشية أن تخشى الله تعالى حتى تحول خشيتك بينك وبين معصيتك،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس کے علاوہ بھی اورمعانی میں استعمال ہوا ہے۔

اوراسی وجہ سے اہلِ علم حضرات نے قرآن مجید میں مختلف مقامات اورمختلف طریقوں سے مذکور ذکر کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فتلک الخشية، والذكر طاعة الله، فمن أطاع الله فقد ذكره، ومن لم يطعه فليس بذاكر، وإن أكثر التسبيح وقراء ة القرآن(حلية الاولياء، تحت ترجمة، سعيد بن جبير)

عن سعيد بن جبير قال : الخشية أن تخشى الله حتى تحول خشيته بينک وبين معصيته ، فتلک الخشية ، والذكر طاعة الله ، ومن أطاع الله فقد ذكره ، ومن لم يطع الله فليس بذاكر وإن أكثر التسبيح وتلاوة الكتاب (الزهد والرقائق لابن المبارك، حديث نمبر ١٢٥٠)

(من أطاع الله فقد ذكر الله وإن قلت صلاته وصيامه وتلاوته للقرآن) زاد فی رواية وصنيعه للخير قال القرطبی :هذا يؤذن بأن حقيقة الذكر طاعة الله فی امتثال أمره وتجنب نهيه وقال بعض العارفين :هذا يعلمک بأن أصل الذكر إجابة الحق من حيث اللوازم (ومن عصى الله فلم يذكره وإن كثرت صلاته وصيامه وتلاوته للقرآن) زاد فی رواية وصنيعه للخير (فيض القدير للمناوی، تحت حديث رقم ٨٤٦٣)

۱؎ ويحتمل أن يكون المراد بالذكر هنا (ای فی قوله تعالیٰ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا. رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ،ناقل)هو وعظ الرسول وتحذيره إياهم من المعاصی فسمی وعظه ذكرا وأضافه إليه لأنه فاعل له وقيل رجوع الإحداث إلى الإنسان لا إلى الذكر القديم لأن نزول القرآن على رسول الله كان شيئا بعد شیء فكان يحدث نزوله حينا بعد حين .وقيل جاء الذكر بمعنى العلم كما فی قوله تعالى ومآ أرسلنا من قبلک إلا رجالا نوحی إليهم فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون. وبمعنى العظمة كما فی قوله ص والقرء ان ذی الذكر أی العظمة .وبمعنى الصلاة كما فی قوله تعالى ياأيها الذين ء امنوا إذا نودی للصلواة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون. وبمعنى الشرف كما فی قوله وإنه لذكر لک ولقومک وسوف تسئلون. فإذا كان الذكر يجیء بهذه المعانی وهی كلها محدثة كان حمله على أحد هذه المعانی أولى(عمدة القاری شرح صحيح البخاری،كتاب التوحيد ،باب قول الله تعالى يسأله من فی السماوات والارض كل يوم هو فی شأن)

ومن ذلک ":الذكر :ورد على أوجه :**ذكر اللسان** :(فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ) . **وذكر القلب:** (ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ). **والحفظ** :(وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ) . **والطاعة والجزاء** :(فَاذْكُرُونِی أَذْكُرْكُمْ) **.والصلوات الخمس** :(فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ) . **والعظة** :(فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ) ، (وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى)**والبيان** :(أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ). **والحديث** :(اذْكُرْنِی عِنْدَ رَبِّکَ) ، أی حدثه بحالی **.والقرآن** :(ومن أعرض عن ذكری) ، (مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ). **والتوراة** :(فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ). **والخبر:** (سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْراً). **والشرف** :(وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَکَ). **والعيب** :(أَهَذَا الَّذِی يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ) . **واللوح المحفوظ** :(مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ) . **والثناء** :(وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً) . **والوحی** :(فَالتَّالِيَاتِ ذِكْراً) . **والرسول** :(ذِكْراً رَسُولاً). **والصلاة** :(وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ) **وصلاة الجمعة** :(فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ)**وصلاة العصر** :(عَنْ ذِكْرِ رَبِّی)(الاتقان فی علوم القرآن، ج٢ ص١٥٣ تا١٥٥ ، النوع التاسع والثلاثون :فی معرفة الوجوه والنظائر)

اوراسی وجہ سے اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ ذکرخواہ زبان سے ہو(جیسا کہ تسبیح،تحمید،قرأت،وعظ ودرس وغیرہ)یادل سے ہو(یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات اورآخرت کے معاملات میں غوروفکر کرنا)یااعضاء وجوارح سے ہو(یعنی اعضاء کواللہ تعالیٰ کے احکام میں مشغول کرنا،جس میں نماز بھی داخل ہے)

یہ سب ذکر کی اقسام وانواع ہیں۔ ؎۱

بلکہ جب ذکر کے معنیٰ اطاعت کے لئے جائیں،تواس میں ذکر کی دوسری اقسام وانواع بھی داخل ہوجاتی ہیں،کیونکہ اطاعت کبھی زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے ہوتی ہے،اورکبھی اعضاء وجوارح سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے ہوتی ہے،اورکبھی دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرکے ہوتی ہے،اوران میں بھی دل کا ذکر اصل ہے،کیونکہ جب دل سے ذکر یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے،تو دوسرے تمام اعضاء اس کے تابع ہوکر اپنی اپنی شان کے مطابق ذکر کا عمل کرتے ہیں۔ ؎۲

؎۱ فأذكروني بالطاعة قلبا وقالبا فيعم الذكر باللسان والقلب والجوارح فالأول كما في المنتخب الحمد والتسبيح والتحميد وقراء ة كتاب الله تعالى .
والثاني الفكر في الدلائل الدالة على التكاليف والوعد والوعيد وفي الصفات الآلهية والأسرار الربانية .
والثالث إستغراق الجوارح في الأعمال المأمور بها خالية عن الأعمال المنهي عنها ولكون الصلاة مشتملة على هذه الثلاثة سماها الله تعالى ذكرا في قوله :فأسعوا إلى ذكر الله وقال أهل الحقيقة :حقيقة ذكر الله تعالى أن ينسى كل شيء سواه(روح المعاني -للالوسي ، تحت آيت ۱۵۲ من سورة البقرة)

؎۲ قوله تعالى :(فاذكروني أذكركم) قد تضمن الأمر بذكر الله تعالى ، وذكرنا إياه على وجوه .
وقد روى فيه أقاويل عن السلف ، قيل فيه :اذكروني بطاعتي أذكركم برحمتي "، وقيل فيه " :اذكروني بالثناء بالنعمة أذكركم بالثناء بالطاعة "وقيل :اذكروني بالشكر أذكركم بالثواب "وقيل فيه " : اذكروني بالدعاء أذكركم بالإجابة . "
واللفظ محتمل لهذه المعاني ، وجميعها مراد الله تعالى لشمول اللفظ واحتماله إياه .
فإن قيل :لا يجوز أن يكون الجميع مراد الله تعالى بلفظ واحد ؛ لأنه لفظ مشترك لمعان مختلفة قيل له : ليس كذلك ؛ لأن جميع وجوه الذكر على اختلافها راجعة إلى معنى واحد .
فهو كاسم الإنسان يتناول الأنثى والذكر ، والأخوة تتناول الإخوة المتفرقين ، وكذلك الشركة ونحوها ، وإن وقع على معان مختلفة فإن الوجه الذى سمى به الجميع معنى واحد .
وكذلك ذكر الله تعالى لما كان المعنى فيه طاعته ، والطاعة تارة بالذكر باللسان ، وتارة بالعمل بالجوارح ، وتارة باعتقاد القلب ، وتارة بالفكر في دلائله وحججه ، وتارة في عظمته ، وتارة بدعائه ومسألته ، جاز إرادة الجميع بلفظ واحد ، كلفظ الطاعة نفسها جاز أن يراد بها جميع الطاعات على اختلافها إذا ورد الأمر بها مطلقا نحو قوله تعالى :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول) وكالمعصية يجوز أن يتناول جميعها لفظ النهي .
فقوله :(فاذكروني) قد تضمن الأمر بسائر وجوه الذكر ، ومنها سائر وجوه طاعته وهو أعم الذكر ، ومنها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا قرآن وسنت میں جہاں کہیں بھی ذکر کا لفظ آیا ہے، اس سے مخصوص زبانی ذکر مراد لینا درست نہیں، بلکہ قرائن ودلائل سے اس کے معنیٰ کی تعیین کی جاتی ہے۔

اوراگرکسی جگہ مخصوص زبانی ذکر (تسبیح، تحمید، تہلیل وغیرہ) ہی مراد ہو، تب بھی اس کے عموم کوختم کر کے خاص ذکر کے لئے تداعی کرنا (یعنی خاص اس غرض کے لئے لوگوں کو بلاکر جمع کرنا) اورتمام لوگوں کا ایک ذکر کا التزام کرنا، اورامام ومقتدی کی ھیئت وصورت بنا کر ذکر کرنا، اوراس جیسی دوسری قیودات پر مشتمل ذکر کی مجالس منعقد کر کے ان کو قرآن وسنت میں مذکور ذکر یا مجالسِ ذکر کا مصداق قرار دینا درست نہیں (جاری ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذكره باللسان على وجه التعظيم والثناء عليه والذكر على وجه الشكر والاعتراف بنعمه . ومنها ذكره بدعاء الناس إليه والتنبيه على دلائله وحججه ووحدانيته وحكمته وذكره بالفكر فى دلائله وآياته وقدرته وعظمته ، وهذا أفضل الذكر وسائر وجوه الذكر مبنية عليه وتابعة له وبه يصح معناها لأن اليقين والطمأنينة به تكون ، قال الله تعالى :(ألا بذكر الله تطمئن القلوب) يعنى والله أعلم ذكر القلب الذى هو الفكر فى دلائل الله تعالى وحججه وآياته وبيناته ، وكلما ازددت فيها فكرا ازددت طمأنينة وسكونا .وهذا هو أفضل الذكر لأن سائر الأذكار إنما يصح ويثبت حكمها بثبوته .وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(خير الذكر الخفى) حدثنا ابن قانع قال :حدثنا عبد الملك بن محمد قال : حدثنا مسدد قال :حدثنا يحيى عن أسامة بن زيد ، عن محمد ، عن عبد الرحمن ، عن سعد بن مالك ، عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(خير الذكر الخفى وخير الرزق ما يكفى) قوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا استعينوا بالصبر والصلاة) عقيب قوله :(فاذكرونى أذكركم) يدل على أن الصبر وفعل الصلاة لطف فى التمسك بما فى العقول من لزوم ذكر الله تعالى الذى هو الفكر فى دلائله وحججه وقدرته وعظمته ، وهو مثل قوله تعالى :(إن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر) ثم عقبه بقوله :(ولذكر الله أكبر) والله أعلم أن ذكر الله تعالى بقلوبكم وهو التفكر فى دلائله أكبر من فعل الصلاة ، وإنما هو معونة ولطف فى التمسك بهذا الذكر وإدامته (أحكام القرآن للجصاص،تحت آیت ۱۵۲ من سورة البقرة،باب وجوب ذكر الله تعالى)

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ محرم: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......**ماہِ محرم ۴۰۱ھ:** میں حضرت ابوعلی منصور بن عبداللہ بن خالد بن احمد بن خالد بن حماد ذیلی ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۱۱۵)

□......**ماہِ محرم ۴۰۲ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن حسن بن طاہر بن فرات بزاز معدل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص۱۹۶)

□......**ماہِ محرم ۴۰۴ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن عثمان بن میاح بن احمد سکری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص۵۸)

□......**ماہِ محرم ۴۰۵ھ:** میں حضرت ابواحمد عبدالسلام بن حسین بن محمد بصری لغوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۵۹)

□......**ماہِ محرم ۴۰۶ھ:** میں حضرت ابوالحسن محمد بن طاہر ابواحمد حسین بن موسیٰ حسینی موسوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۲۸۶)

□......**ماہِ محرم ۴۱۰ھ:** میں حضرت ابومنصور محمد بن محمد بن عبداللہ بن حسین ازدی ہروی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۲۷۴)

□......**ماہِ محرم ۴۱۳ھ:** میں حضرت محمد بن احمد بن محمد بن منصور بن جعفر بیع عتیقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱ ص۳۷۰)

□......**ماہِ محرم ۴۱۴ھ:** میں حضرت ابوالقاسم تمام بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن جنید بجلی رازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۲۹۱، طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۳، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۱۰۵۷)

□......**ماہِ محرم ۴۱۵ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن عبیداللہ بن عبدالغفار لغوی سمسانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۱۱)

□......**ماہِ محرم ۴۱۷ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن عمر بن احمد دلال المعروف بابن الاسکاف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص۵۱)

Idara Ghufran

□......ماہِ محرم ۴۲۰ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن فرج بن صالح ربیع نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۱۸)

□......ماہِ محرم ۴۲۲ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن یحییٰ بن جعفر بن عبدکویہ اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۴۷۹)

□......ماہِ محرم ۴۲۳ھ: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن ابراہیم بن علی بن عروہ بندار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۶ ص۳۱۰)

□......ماہِ محرم ۴۲۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن عبداللہ بن خالد المعروف بابن الکاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص۲۵۳)

□......ماہِ محرم ۴۲۶ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن ابراہیم بن احمد بن حسن بن محمد بن محمد بن شاذان بن حرب بن مہران رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۷ص ۲۸۹)

□......ماہِ محرم ۴۲۷ھ: میں شیخ التفسیر حضرت ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۴۳۷)

□......ماہِ محرم ۴۲۸ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن محمد بن ابراہیم بن مجنویہ اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۵، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۱۰۸۶، سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۴۴۰)

□......ماہِ محرم ۴۲۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن حسن بن عبداللہ بن حسن بزاز مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۲ ص۲۱۶)

□......ماہِ محرم ۴۳۰ھ: میں شیخ الاسلام حضرت ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۴۶۲، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۱۰۹۷)

□......ماہِ محرم ۴۳۳ھ: میں حضرت ابوعثمان سعید بن عباس بن محمد بن علی بن سعید قرشی ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۵۵۳)

□......ماہِ محرم ۴۳۴ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن بکرون بن عبداللہ عطار دسکری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ص۲۷۷)

□......ماہِ محرم ۴۳۵ھ: میں قرطبہ کے رئیس وامیر جہور بن محمد بن جہور بن عبیداللہ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۵۲۵)

Idara Ghufran

□...... **ماہِ محرم ۴۳۷ھ**: میں حضرت ابومحمد مکی بن ابی طالب حموش بن محمد بن مختار قیسی قیروانی قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۵۹۲)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۰ھ**: میں حضرت ابوعلی حسن بن احمد بن حسن بن محمد بن حداد باقلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۲۹۱)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۳ھ**: میں حضرت ابونصر احمد بن عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم جلاب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۵۹)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۴ھ**: میں حضرت شیخ السنہ ابونصر عبیداللہ بن سعید بن حاتم بن احمد وائلی بکری سجستانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۵۶، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۶، تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۱۱۱۹)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۷ھ**: میں قاضی حضرت ابوالقاسم علی بن قاضی ابوعلی محسن بن علی تنوخی بصری بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۵۰، تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۱۱۴)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۸ھ**: میں حضرت ابوالحسن احمد بن حسین بن محمد بن عبداللہ بن خلف بن بخیت مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۲۳۳)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۸ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم بن عیسیٰ بن یحییٰ مقری باقلانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۱)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۹ھ**: میں شیخ الاسلام حضرت ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن احمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن عابد بن عامر نیشاپوری صابونی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۲)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۹ھ**: میں حضرت ابومسعود احمد بن محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز بن شاذان بجلی رازی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۶۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۷، تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۱۱۲۶)

□...... **ماہِ محرم ۴۴۹ھ**: میں حضرت ابوالقاسم علی بن حسین بن محمد بن عبدالرحیم التاجر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۴۰۲)

□...... **ماہِ محرم ۴۵۰ھ**: میں حضرت ابومنصور احمد بن حسین بن علی بن عمر بن محمد بن حسن بن شاذان حضرمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۳۳)

Idara Ghufran

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

صلہ رحمی کے فضائل وفوائد

قرآن وسنت میں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے عظیم الشان فضائل وفوائد آئے ہیں، جن میں سے چند فضائل وفوائد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورة الروم آیت ۳۸)

ترجمہ: پس (اے مومن) قرابت دار کو اس کا حق دے اور محتاج اور مسافر کو (ان کا حق) یہ ان لوگوں کے حق میں بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں (ترجمہ ختم)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رشتہ دار کو اس کا حق دینے کا حکم فرمایا ہے، جس سے مراد صلہ رحمی ہے، اور اس کے بعد اس عمل کو اللہ کی رضا کی طلب جوئی اور فلاح وکامیابی پانے کا ذریعہ قرار دیا۔

جنت، رحمت ومحبتِ الٰہی اور تیز ترین اجر وثواب کا ذریعہ

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ مَا لَهُ مَا لَهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبٌ مَا لَهُ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ (بخاری، حدیث نمبر ۱۳۰۹، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ)

ترجمہ: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو کیا ہوگیا؟ اس کو کیا ہوگیا؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحبِ ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کیجئے اور اس کا کسی کو شریک نہ

بنایئے ،اورنماز قائم کیجئے اور زکاۃ ادا کیجئے اور صلہ رحمی کیجئے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (مسند الإمام أحمد،حديث نمبر ۲۳۷۸۴ باسناد صحیح)

ترجمہ: تم سلام کو پھیلاؤ،اور کھانا کھلاؤ،اور صلہ رحمی کرو،اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھو،تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا عمل جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے۔

اور قبیلۂ خثعم کے ایک صحابی سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ ؟ قَالَ : إِيمَانٌ بِاللهِ . قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ ، ثُمَّ مَهْ ؟ قَالَ : ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ (مسند ابی یعلیٰ حدیث نمبر ۶۸۳۹)[1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر صلہ رحمی (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کا عمل اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ومحبوب ترین اعمال میں سے ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَقَالَ اللَّهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ (بخاری، حدیث نمبر ۵۵۲۹)

ترجمہ: رحم ،رحمٰن سے نکلا ،پس اللہ تعالیٰ نے (اس کو) فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا (یعنی صلہ رحمی کرے گا) میں اس کو (اپنی رحمت وجنت سے) جوڑوں گا (ترجمہ ختم)

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَسْرَعُ الْخَيْرِ ثَوَابًا الْبِرُّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ (ابن ماجة، حديث نمبر ۴۲۰۲)

ترجمہ: خیر کے کاموں میں زیادہ ثواب کے اعتبار سے تیز ترین عمل (اللہ کی مخلوق کے ساتھ)

---

[1] رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح غير نافع بن خالد الطاحی وهو ثقة.(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۱)

نیک سلوک اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم : - لَيْسَ شَيْءٌ أُطِيْعَ اللّٰهُ فِيْهِ أَعْجَلَ ثَوَابًا مِنْ صِلَةِ الرَّحِمِ وَلَيْسَ شَيْءٌ أَعْجَلَ عِقَابًا مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَالْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ(سنن البيهقى حديث نمبر ۲۰۳۶۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی چیز اللہ کی اطاعت کے کاموں میں صلہ رحمی کے مقابلہ میں ثواب کے اعتبار سے تیز ترین نہیں ہے، اور کوئی چیز عذاب اور پکڑ کے اعتبار سے بغاوت اور قطع رحمی اور جھوٹی قسم سے زیادہ تیز نہیں ہے، جو کہ گھروں (اور بستیوں) کو ویران کر چھوڑتی ہے (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث حضرت عبدالرحمٰن سے بھی مروی ہے۔

(ملاحظہ ہو: شعب الإيمان للبيهقى، حديث نمبر ۷۶۰۱)

اور حضرت مکحول سے بھی مرسلاً مروی ہے۔

(ملاحظہ ہو: سنن البيهقى حديث نمبر ۲۰۳۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب وفائدہ دنیا ہی میں بہت جلدی ملنا شروع ہو جاتا ہے۔

عمر، افراد، مال ومحبت میں اضافہ اور بُری موت سے نجات

بعض احادیث میں صلہ رحمی کے ان فوائد وثمرات کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جو دنیا ہی میں حاصل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ حَتّٰى اَنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لِيَكُوْنُوْا فَجَرَةً فَتَنْمُوْ أَمْوَالُهُمْ وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا تَوَاصَلُوْا وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَتَوَاصَلُوْنَ فَيَحْتَاجُوْنَ

(صحيح ابن حبان، حديث نمبر ۴۴۰)

ترجمہ: نیک عمل میں ثواب کے اعتبار سے زیادہ تیز ترین چیز صلہ رحمی ہے، یہاں تک کہ ایک گھر والے گناہ گار ہوتے ہیں، پھر ان کے مال میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور ان کی تعداد بڑھ

جاتی ہے، جب وہ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور کوئی گھر والے ایسے نہیں ہیں، جو صلہ رحمی کرتے ہوں، اور پھر محتاج ہوتے ہوں (ترجمہ ختم)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّهُ مَنْ أُعْطِىَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ ، فَقَدْ أُعْطِىَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ، وَيَزِيدَانِ فِي الْأَعْمَارِ "(مسند احمد، حديث نمبر ۲۵۲۵۹ باسناد صحيح)

ترجمہ: بلاشبہ جس کو نرمی کا حصہ دیا گیا، تو اس کو دنیا و آخرت کا بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا، اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی اور (عام مخلوق کے ساتھ) نیک برتاؤ اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک گھروں (اور بستیوں) کو آباد کرتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُعَمِّرُ بِالْقَوْمِ الدِّيَارَ ، وَيُثْمِرُ لَهُمُ الْأَمْوَالَ ، وَمَا نَظَرَ إِلَيْهِمْ مُنْذُ خَلَقَهُمْ بُغْضًا لَهُمْ ,قِيلَ :وَكَيْفَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ :بِصِلَتِهِمْ أَرْحَامَهُمْ (المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۱۲۳۹۱، واللفظ لهٗ،شعب الايمان ، حديث نمبر ۷۵۹۶،وحديث نمبر ۷۵۹۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل لوگوں کے گھروں (اور بستیوں) کو آباد کرتے ہیں، اور لوگوں کے مالوں کو ثمر آور (بابرکت) بناتے ہیں، اور جس وقت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا، اس وقت سے ان کی طرف بغض (غصہ) کی نظر سے نہیں دیکھا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا کیونکر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرنے کی وجہ سے (ترجمہ ختم)

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (بخارى، حديث نمبر ۵۵۲۷، كتاب الادب، باب من بسط له فى الرزق بصلة الرحم، مسلم حديث نمبر ۲۶۸۸)

---

[1] رواه الطبرانى واسناده حسن.(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۲،باب صلة الرحم وقطعها)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوکوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہواور دنیا میں اس کے نشاناتِ قدم دیر تک رہیں (یعنی اس کی عمر لمبی ہو) تو وہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " :مَنْ أَحَبَّ أَنْ یُمَدَّ لَہٗ فِیْ عُمْرِہٖ، وَأَنْ یُزَادَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ، فَلْیَبَرَّ وَالِدَیْہِ، وَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ "(مسند احمد،حدیث نمبر ۱۳۴۰۱ باسناد حسن)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر کو لمبا کیا جائے، اوراس کے رزق کو زیادہ کیا جائے،تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

"مَنْ سَرَّہٗ أَنْ یُمَدَّ لَہٗ فِیْ عُمْرِہٖ، وَیُوَسَّعَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ، وَیُدْفَعَ عَنْہُ مِیْتَۃُ السُّوْءِ، فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ وَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (مسند الإمام أحمد، حدیث نمبر ۱۲۱۳ باسناد قوی)

ترجمہ: جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کی عمر لمبی کی جائے، اوراس کے رزق میں وسعت کی جائے ،اوراس سے بری موت کو دور کیا جائے ،تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ أَحَبَّ أَنْ یُمَدَّ فِیْ عُمْرِہٖ، وَیُبْسَطَ فِیْ رِزْقِہٖ، وَیُدْفَعَ عَنْہُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ، وَیُسْتَجَابَ دُعَاؤُہٗ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ

(شعب الایمان، حدیث نمبر ۷۵۷۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اُس کی عمر لمبی کی جائے، اور اُس کے رزق میں کشادگی کی جائے،اور اُس سے بُری موت کو دُور کیا جائے،اوراس کی دعا کو قبول کیا جائے ،تو اسے چاہئے کہ وہ (رشتے داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (ترجمہ ختم)

بری موت سے مراد یا تو ناگہانی حادثہ، قتل اور خودکشی وغیرہ ہے، یا کفر کی حالت پر مرنا مراد ہے۔
اور حضرت قتادہ سے مرسلاً روایت ہے:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ :اِتَّقُوا اللّٰهَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، فَإِنَّهُ أَبْقٰى لَكُمْ فِي الدُّنْيَا، وَخَيْرٌ لَّكُمْ فِي الْآخِرَةِ (تفسير الطبرى حديث نمبر ۸۴۲۲، واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۸۴۲۷)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تم اللہ سے ڈرو، اور صلہ رحمی کرو، یہ عمل تمہیں دنیا میں زیادہ باقی رکھنے کا باعث اور تمہارے لئے آخرت میں بہتر ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ (ترمذی، حديث نمبر ۱۹۷۹،ابواب البر والصلة عن رسول الله،باب ماجاء فى تعليم النسب، واللفظ لهٗ،مسند احمد حديث نمبر ۸۸۶۸،مستدرک حاکم حديث نمبر ۷۲۸۴)

ترجمہ: اپنے (خاندانی) نسبوں (یعنی رشتہ داروں) کو معلوم کرو جن (کے جاننے) سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو گے، کیونکہ صلہ رحمی خاندان میں محبت کا ذریعہ اور مال بڑھنے کا سبب ہے اور اس کی وجہ سے عمر زیادہ ہوجاتی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علاء بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ لِّلْأَهْلِ، وَثَرَاءٌ لِلْمَالِ وَمَنْسَأَةٌ لِّلْأَجَلِ (المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۱۷۶، واللفظ لهٗ، معرفة الصحابة لابى نعيم حديث نمبر ۵۵۱۱) [1]

ترجمہ: اپنے (خاندانی) نسبوں (یعنی رشتہ داروں) کو معلوم کرو جن (کے جاننے) سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو گے، کیونکہ صلہ رحمی خاندان میں محبت کا ذریعہ اور مال بڑھنے اور عمر میں اضافے کا سبب ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

---

[1] وقال الهيثمى:رواه الطبرانى ورجاله (قد) وثقوا(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۲)

مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ مَنْ سَرَّهُ أَنْ تَطُولَ حَيَاتُهُ وَيُزَادَ فِي رِزْقِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ

(مستدرک حاکم حديث نمبر ۷۲۷۹، وقال صحيح الاسناد)

ترجمہ: توراۃ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ جس کو یہ چیز خوش کرے کہ اس کی زندگی لمبی ہو، اوراس کا رزق زیادہ کیا جائے، تو اسے چاہئے کہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَنِ اتَّقٰى رَبَّهُ وَوَصَلَ رَحِمَهُ نُسِءَ لَهُ فِيْ عُمُرِهِ ، وَثَرَا مَالُهُ ، وَأَحَبَّهُ أَهْلُهُ(مُصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ۲۵۹۰۰)

ترجمہ: جواپنے رب سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے، تو اس کی عمر زیادہ کردی جاتی ہے، اوراس کا مال بڑھ جاتا ہے، اوراس کے گھر والے اس سے محبت کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا اخروی اجروثواب اورفضیلت تو انتہائی عظیم الشان ہے ہی ، اسی کے ساتھ دنیا میں بھی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے نتیجہ میں عظیم الشان فوائداور منافع حاصل ہوتے ہیں۔

چنانچہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے عمر دراز اور لمبی ہوتی ہے، اور تنگ دستی وافلاس دور کر کے مال اور رزق میں برکت عطا کی جاتی ہے، اور آپس میں محبت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے، دعا قبول کی جاتی ہے، اور بری موت سے نجات حاصل ہوتی ہے۔سبحان اللہ تعالیٰ۔

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۴۰)

(سوانح حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم)

کفایت شعاری کا مخصوص ذوق

عمرِ عزیز کے اوقات ولمحات کو زیادہ سے زیادہ قیمتی وکارآمد بنانے اور کفایت شعاری کے ساتھ علمی ودینی خدمات میں خرچ کرنے کا آپ کو جو غیر معمولی اہتمام ہے، امت کے حق میں اس کا نقد ثمرہ آپ کی دینی خدمات، علمی مقالات ومضامین اور وقیع تصانیف کی شکل میں تسلسل کے ساتھ سامنے آ رہا ہے (ساٹھ کے لگ بھگ آپ کی تصانیف اس وقت تک سامنے آ چکی ہیں) اسی طرح روپے پیسے اور باقی سب طرح کی چیزوں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے برتنے اور استعمال میں لانے میں بھی کفایت شعاری کا آپ غیر معمولی اہتمام رکھتے ہیں، اس سلسلے میں آپ کے طرز وطریقہ اور اس کے اثرات وبرکات کو دیکھ کر ''اَلاِقْتِصَادُ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ'' کی گہری رمزیت اور معنویت کھل کھل کر سامنے آتی ہے، اور مال واشیاء کے خرچنے وبرتنے میں آپ کا طرزِ عمل اس مذکورہ زریں مقولے کی عملی ترجمانی اور واقعاتی تصویر پیش کرتا ہے۔

ذاتی وگھریلو زندگی میں بھی اور ایک ٹرسٹ وادارہ کے بانی ومدیر ہونے کی حیثیت سے اس کا انتظام وانصرام کرنے میں بھی آپ کی کفایت شعاری وبصیرت اور خرچ میں میانہ روی کے مظاہر اور اس کے اثرات وثمرات احاطۂ تحریر میں نہیں آ سکتے، دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ [۱] ع

دیدہ کے باشد مانند شنیدہ

آپ کے حسنِ انتظام اور کفایت شعاری ہی کے ثمرات وبرکات ہیں کہ آپ کی ذاتی گھریلو زندگی کا نظم بھی

---

[۱] کفایت شعاری کے سلسلے میں آپ کے ذوق ومزاج کو ایک واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے، جو علمائے سابقین میں سے کسی کا مشہور ہے، کہ وہ بزرگ سفر میں تھے، سواری کے لئے ایک گدھا ساتھ تھا، اور ایک مرغ بھی پاس تھا، طویل سفر میں ان کا توشہ سفر اور جمع پونجی ختم ہونے کو آئی، وہ بہت کفایت شعاری کے ساتھ خرچ کرنے لگے، تاکہ کسی کے سامنے دستِ طلب دراز کرنے کی نوبت نہ آئے، چنانچہ ایک موقع پر کھانے کی فکر ہوئی تو تدبر اور غور کیا کہ کیا ایسی چیز خریدی جائے کہ ''کم خرچ بالانشین'' کی صورت ہو جائے، چنانچہ انہوں نے سوچ بچار کر کے تربوز خرید لیا، اس کا گودا خود کھایا، چھلکے گدھے کو کھلائے، اور بیج وتخم مرغ نے کھایا۔

اور ادارہ کا سارا معاشی نظام بھی کم سے کم وسائل اور محدود ترین ذرائع میں بہتر سے بہتر اور خیر و خوبی و خوش اسلوبی اور استغناء و بے نیازی کے ساتھ چل رہا ہے، اقبال مرحوم کے ذیل کے اشعار اس موقع کے لئے بہت حسبِ موقع ہیں۔ ؎

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے — زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں
اگر جہاں میں مِرا جوہر آشکارا ہوا — قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

کفایت شعاری اور حسنِ انتظام کے باب میں آپ کی حقیقت پسندی اور بیدار مغزی ہے کہ ادارہ کے کسی شعبہ میں کسی علمی و دینی واقعی ضرورت کے لئے بڑے سے بڑے خرچے کی نوبت آئے، جس کی ضرورت وافادیت اور شرعی مصلحت آپ پر واضح ہوچکی ہو، اور امورِ دینیہ کی انجام دہی و بجا آوری میں اس خرچ کے نتیجے میں اجتماعی ضرورت، راحت و سہولت حاصل ہوتی ہو، تو پوری مجلسِ عاملہ میں سب سے زیادہ اور سب سے پہلے آپ ہی کو اس پر انشراحِ صدر حاصل ہوتا ہے، اور آپ پوری طمانینت و توکل علی اللہ کے ساتھ اس پر اقدام فرماتے ہیں، جس کے نتائج بفضلہٖ تعالیٰ ہمیشہ بہتر نکلے ہیں، اور واضح طور پر محسوس ہوتا رہا ہے کہ یہ اقدام بہت بروقت تھا، اگر اس وقت یہ اقدام نہ ہوتا تو خرچ و لاگت کے اعتبار سے بھی اور کلفت و مؤنت کے اعتبار سے بھی بعد میں یہ اقدام کرنے سے بہت زور پڑتا اور بوجھ ہوتا۔

لیکن دوسری طرف جس خرچ پر آپ کو اطمینان نہ ہو، اور اس کی شرعی مصلحت و ضرورت آپ کے نزدیک واضح نہ ہو، تو ادنیٰ خرچ بھی آپ کے لئے سوہانِ روح ہوتا ہے، اور آپ اسے شرعاً جائز نہیں سمجھتے، بالخصوص دینی مدرسہ کے فنڈ کے استعمال کو (جو قوم کی امانت ہے) ادارہ کا کوئی کارکن ازخود ایسے خرچ پر اقدام کرے، تو شرعی اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے اس کی مؤنت اسی پر ڈالتے ہیں، یا احساس دلانے کے بعد خود سے اس کے ساتھ تعاون کرلیتے ہیں، ایک بلب بھی بے موقع، بے وقت، فضول یا اضافی جل رہا ہو، تو اس پر آپ کو ناگواری ہوتی ہے، اسے بند کرنے کا آپ کو اہتمام ہوتا ہے، اور اس پر تنبیہ فرماتے ہیں۔

اسی طرح پانی کے بے مصرَف استعمال، ضرورت سے زائد استعمال اور ضیاع پر بھی آپ کی نظر ہوتی ہے، اس سلسلے میں اپنی اصلاحی مجالس میں بڑی وضاحت اور دلسوزی کے ساتھ آپ بہت سی مروج معاشرتی خرابیوں اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری و ضیاع کی نشاندہی فرماتے ہیں، اور ازالے کی تدابیر ذکر کرتے ہیں، کھانے پینے کی چیزوں کے ضیاع، روٹی اور سالن کی ناقدری اور ضیاع پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں، ادارہ کے

شروع کے سالوں میں جب محدود نظم تھا، اور ہر چیز پر براہِ راست آپ کی نظر ہوتی تھی، چھوٹی چھوٹی بے اعتدالیوں پر جو عموماً غفلت و بے فکری اور تربیت کی کمی کے نتیجے میں سرزَد ہوتی ہیں، آپ روک ٹوک کرتے اور اصلاح فرماتے تھے۔

ایک دفعہ شام کو مطبخ میں جائزہ لینے کے لئے آئے، دیکھا کہ صبح کی روٹیاں رکھی ہوئی ہیں (اس وقت ادارہ میں چند افراد ہی رہتے تھے، اور روٹی بازار سے لائی جاتی تھی) معلوم کیا تو پتہ چلا کہ روٹی ضرورت سے زائد آ گئی تھی، بچ گئی ہے، فرمایا دوسرے وقت استعمال کرنی چاہئے تھی، اب اللہ کی یہ نعمت ضائع ہوگی، اسے ضائع نہیں ہونا چاہئے، فرمایا کہ یہاں کوئی نہیں کھاتا تو میں کھالوں گا، آپ وہ روٹی اپنے ساتھ لے گئے، اور خود استعمال کرلی، اس سے آپ کا بڑا مقصد اپنے متعلقین کی عملی تربیت اور اصلاح ہوتا ہے، نیز نعمت کے معاملے میں آپ طبعی طور پر بہت حساس ہیں، اللہ کی دی ہوئی کسی بھی چھوٹی بڑی نعمت کے ضیاع پر آپ کو بہت رنج ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ کچھ احباب کے ساتھ آپ کو ہوٹل میں کھانا کھانے کی نوبت آئی، ایک آدھ روٹی بچ گئی، احباب سے معلوم کیا (جو کہ تاجر یا ملازمت پیشہ افراد تھے) کہ یہ جو روٹی بچی ہے، اس کا کیا ہوگا؟ ساتھیوں نے بتایا کہ حضرت! یہ تو ضائع چلی جاتی ہے، فرمایا کہ اس کی بے احترامی اور ضیاع نہیں ہونا چاہئے، اور ہم اس کی قیمت ادا کر چکے ہیں، وہ روٹی اٹھوائی اور ساتھ رکھ لی، اسی طرح کے بعض واقعات بندہ کی موجودگی میں بھی آپ کے ہمراہ شہر سے باہر ہوٹل میں کھانا کھانے کے دوران پیش آئے۔

آپ فرماتے ہوتے ہیں کہ معاشرتی تعلیمات اور معاشرتی آداب شریعت کا مستقل باب ہے، اس کو عام لوگوں نے شریعت سے خارج سمجھ رکھا ہے، اور دین داری وتصوف کو امورِ عبادت، اصلاحِ عقائد وغیرہ تک عملاً محدود کرلیا ہے، یہ بڑا المیہ ہے، اس کے نقصانات ہم قومی واجتماعی سطح پر بھگت رہے ہیں، معاشرتی خرابیوں کی وجہ سے وسائل اور صلاحیتیں ضائع ہورہی ہیں، بدانتظامیاں عام ہیں، جن کے نقصانات ہم رات دن اٹھاتے رہتے ہیں، لیکن نہ مرض کا شعور رکھتے ہیں، نہ اس کے ازالہ وعلاج کا احساس ہے، رہن سہن، اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، میل ملاپ، غمی خوشی کے حالات، ان سب موقعوں کے لئے شریعت نے معاشرتی آداب واحکام سکھائے ہیں، جن میں سادگی بھی ہے، اور راحت بھی ہے (اس سلسلے میں ''حسنِ معاشرت''، آپ کی مستقل کتاب ہے، جو تعلیمِ بالغاں کورس کے نصاب کا بھی حصہ ہے، اس سے اسلامی

معاشرت کا پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے، مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے، جبکہ اس سلسلہ میں تفصیلی کتاب تکمیل کے مراحل میں ہے)

ادارہ کے تعمیراتی کاموں کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے، تعمیرات کے سلسلے میں آپ کی کفایت شعاری اور حسنِ انتظام کے واقعات قدم قدم پر سامنے آتے رہے (جن کا کچھ تذکرہ پیچھے ہو چکا ہے) [1]

غرضیکہ آپ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے بچھونے سے لے کر رہنے سہنے تک کی ہر استعمال میں آنے والی چیز میں کفایت شعاری کے ساتھ مضبوطی، پائیداری کو ترجیح دیتے ہیں، اور اسراف وتبذیر سے بچنے کا اہتمام فرماتے ہیں، اور ضرورت، حاجت، زینت اور شہرت اور اس کے درجات کا لحاظ فرماتے ہیں۔ [2]

---

[1] لوہے کا جتنا استعمال ادارے میں ہوا ہے، اس میں کافی بڑی مقدار اس لوہے کی ہے جو سکریپ کی شکل میں کباڑ خانوں سے نئے لوہے کی بہ نسبت نہایت سستے داموں خریدا گیا، اور اکثر پائیداری میں نئے لوہے سے بڑھ کر ثابت ہوا ہے، تعمیرِ نو کے وقت ادارہ کے مرکزی ہال میں اور اسی طرح مسجد کے اوپر نیچے دونوں ہالوں میں چھت میں لوہے کے گاڈر استعمال ہوئے ہیں، ہر ہال میں چار چار، پانچ پانچ گاڈر استعمال ہوئے ہیں، گاڈروں کا یہ استعمال زیادہ تر احتیاط پر مبنی تھا، کہ چھت پر دو دو منزلوں کا جو بوجھ ہے، وہ تقسیم ہو جائے، اور گاڈروں کے ذریعے اطراف کی دیواروں میں پلروں پر چھتوں کا بوجھ اچھی طرح منقسم ہو جائے، یہ زیادہ تر گاڈر پرانے ڈھائے جانے والے مکانات کے ملبوں سے خریدے گئے، پرانے دور کے یہ گاڈر انتہائی موٹے گیج کے بھی ہیں، اور بڑا عمدہ لوہا ان میں استعمال ہوا ہے، اور قیمت میں نئے کے مقابلے میں بہت کم، اس کفایت شعاری کے ساتھ یہ آپ کا حسنِ انتظام بھی جمع تھا کہ ان پرانے گاڈروں کو اسی حالت میں استعمال نہیں کیا، بلکہ خود اور اپنے احباب کے ذریعہ ریگ مالوں کے ساتھ مَل مَل کر ان کا زنگار اتارا گیا (صیقل کیا گیا) پھر ان پر دبیز پینٹ کیا گیا، ان کو رنگا گیا، اور بعض گاڈر جو کم گیج کے تھے (موٹائی میں) تو دو دو گاڈر جوڑ کر فولادی ٹکروں کے ذریعے ان کو ویلڈ کیا گیا، پھر استعمال کیا گیا، جس سے ان کی پائیداری واستحکام کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔

ادارہ میں دسیوں ڈیسک اور ریک ایک موقع پر آپ نے بنوائے، اس کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ چیزیں اس طرح بنیں کہ پائیدار بھی ہوں، لاگت بھی نسبتاً کم اٹھے، اور آئندہ کبھی ان کی ضرورت نہ رہے تو ان کو توڑ کر یا کھول کر ان کا میٹریل ضائع بھی نہ ہو جائے، بلکہ کسی اور مصرَف میں صرف ہو سکے، چنانچہ سب سے پہلے لوہے کے اینگلارن اور ٹی آئرن فراہم کئے گئے، پھر کباڑیوں سے لکڑی کے تختے اور سلیٹیں منگوائی گئیں (جس سے بھاری مشینری وغیرہ کے ڈبے اور خول بنے ہوتے ہیں، جس میں وہ مشینری اور مصنوعات پیک اور سیل بند ہوتے ہیں، مشینری وغیرہ کھلنے کے بعد لکڑی کے یہ فریم اور پیٹیاں کباڑیوں کے پاس پہنچ جاتی ہیں، اس میں بڑی صاف اور کار آمد لکڑی استعمال ہوئی ہوتی ہے) پھر اپنے ویلڈر سے (جاوید صاحب، ان کے ساتھ بڑے عرصے تک ادارے کا کنٹریکٹ رہا، ویلڈنگ کا کام ادارے میں زیادہ تر انہی کا کیا ہوا ہے) لوہے کی پٹیوں اور اینگلارنوں سے ڈسکوں اور ریکوں کے فریم اور ڈھانچے بنائے گئے، پھر لوہے کی ان پٹیوں میں موقع بموقع پیچ میخوں کے حساب سے سوراخ کئے گئے، پھر ان میں لکڑی کی وہ صاف شفاف پھٹیاں کاٹ کر پیچوں کے ساتھ جوڑ دی گئیں، کئی سالوں سے یہ ڈیسک اور ریک ادارے کے مختلف شعبوں میں عمدگی سے استعمال ہو رہے ہیں، دیکھنے میں یہ بالکل سادہ، پائیداری میں اپنی مثال آپ، اور جب چاہیں ان کے گس بل کھول کر، ویلڈنگ توڑ کر لکڑی اور لوہے دونوں کو کسی اور استعمال میں بھی لایا جا سکتا ہے۔

[2] اس موقع پر مجھے ایک تاریخی واقعہ یاد آ رہا ہے، جو دورانِ درس قبلہ والد صاحب مولانا عبداللطیف دامت برکاتہم سے سنا تھا (مآثر الامراء جس میں عہدِ شاہجہانی کے امراء کا بھی تذکرہ ہے، سعات اللہ حان کے حالات میں یہ واقعہ راقم کو نہیں ملا، ہو سکتا ہے کسی اور ماخذ میں ہو) کہ شاہجہان بادشاہ کے وزیر سعادت اللہ خان بڑے سعادت مند اور لائق فائق انسان تھے، ایک دفعہ شاہی کتب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ضابطوں اور اصولوں کی پاسداری

آپ کی زندگی اصول پسندی کا نمونہ اور نظم وضبط کی عمدہ مثال ہے، آپ کی اصول پسندی کو تین خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) شرعی اصول وقواعد کی رعایت **(۲)** ملکی قوانین کی رعایت **(۳)** ادارہ کے قواعد وضوابط کی رعایت

(۱)...... بحمداللہ تعالیٰ شریعت کے مقاصد اور اصول وقواعد کا آپ کو غیر معمولی استحضار ہے، اور ان سے ذہنی ہم آہنگی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کو بداہت کے ساتھ سمجھنے اور حسبِ موقع بے تکلفی سے برتنے کا ملکہ بھی حاصل ہے، اور پیش آمدہ حالات وحوادث پر ان کے انطباق کی قابلیت وصلاحیت بھی عمدہ ہے، پیچیدہ فتاویٰ وقضایا ہوں، لوگوں کے الجھے ہوئے معاملات وتنازعات ہوں، آپ کے ذاتی یا گھریلو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خانے کی تمام کتابوں کی جلد کرنے کا منصوبہ بنا، متعلقہ حکام نے وسیع وعریض شاہی کتب خانے کی ان کتابوں کی جلد سازی کے اخراجات کا تخمینہ لگایا، اور بجٹ تیار کیا، یہ کافی بڑا بجٹ تھا، یہ منصوبہ منظوری کے لئے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا، اب یا تو بادشاہ نے خود وزیر سعادت اللہ خان سے اس بارے میں مشورہ لیا، یا وزیر نے از خود بادشاہ کو رائے دی کہ بادشاہ سلامت یہ منصوبہ اتنے بڑے خرچ کے بغیر بھی روبہ عمل لایا جاسکتا ہے، بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ وہ کیسے؟ وزیر با تدبیر سعادت اللہ سعادت مند نے اس کی وضاحت یوں کی کہ شاہی باورچی خانے میں آرڈر دیا جائے کہ روز گندھا ہوا آٹا (اسی طرح آٹے کا چھان وغیرہ) جو ضائع وبے کار جاتا ہے، وہ جمع کیا جائے، اس گندھے ہوئے آٹے سے غالبًا وہ آٹا مراد تھا، جو چاول، پلاؤ، وغیرہ مختلف پکوان دَم پخت کرنے کے لئے گندھے ہوئے آٹے سے دیگ اور سرپوش کے کناروں کو لیپ لیتے تھے، آج کل بھی کابلی پلاؤ وغیرہ اسی طریقہ سے تیار ہوتا ہے، اور دم پخت کیا جاتا ہے، چونکہ شاہی مطبخ میں انواع واقسام کے کھانے پکتے تھے، اس لئے روزانہ بڑی مقدار میں گندھے ہوئے آٹے کا یہ لیپ جمع ہوتا تھا (بظاہر یہ عمل شرعاً مکروہ ہے کہ اس میں رزق کی بے قعتی ہے) تو یہ آٹا جمع کیا جائے، تا کہ جلد بندی میں لئی اور سلیش کی جگہ استعمال ہو۔

اسی طرح شاہی درزی خانے میں آرڈر دیا جائے کہ کپڑے کے کٹ پیس اور کترنیں جو بے کار سمجھی جاتی ہیں، وہ جمع کی جائیں (اسی طرح باقی صنعتوں سے بھی فاضل مواد جمع کیا جائے) قصہ مختصر یہ کہ جلد بندی کا میٹریل کسی خرچ کے بغیر مفت حاصل ہوا، اور حسنِ انتظام وبیدار مغزی اور کفایت شعاری کے ذوق ومزاج کی وجہ سے ملکی خزانے کو فائدہ پہنچایا گیا۔

مطلب کی بات

کوئی ایک گھر ہو یا پوری سلطنت وریاست، جب انتظام چلانے والے لوگ ایسے باشعور، بیدار مغز ہوں، تو وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتے ہیں، جبکہ نااہل لوگوں کے ہاتھ میں انتظام آجائے جن کے دل دیانت وخدا خوفی سے اور دماغ عقل وہوشیاری اور سمجھداری سے خالی ہوں تو سمجھو کہ اس ادارے پر (خواہ ایک گھر ہو یا ایک ریاست) قیامت آگئی، اور وہ آج نہیں تو کل تباہ ہوگا، اسی وجہ سے ایک صحابی کے پوچھنے پر کہ قیامت کب آئے گی؟ ہمارے آقا ہمارے حضور ﷺ نے یہ نشانی بتلائی تھی ''**اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ**'' جب انتظام اور نظام، منصب واقتدار نااہلوں کے سپرد ہونے لگے، تو قیامت کا انتظار کرو، کتنی جامع حدیث ہے، امتِ مسلمہ کے موجودہ پورے جغرافیہ اور تاریخ پر چھائی ہوئی ہے۔

حالات ہوں، رشتہ داروں اورعزیزوں کے مسائل اوربکھیڑے ہوں، یا ادارہ کے انتظامی معاملات، ان میں سے جس چیز سے بھی آپ کو سابقہ پڑا، سب موقعوں پر آپ کے تقویٰ وتدین، آپ کے دینی شعور، آپ کی فقہی بصیرت، اور مقاصدِ شرعیہ ومصالح مرسلہ (کی رعایت) کے ذوق کے جوہر کھلتے رہے ہیں، دین کو زندگی کے ہر رنگ میں ملاحظہ کرنے اور ملحوظ رکھنے میں یہ شعر آپ کے حسبِ حال ہے۔ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ پوش من ازانداز قدت می شناسم

(۲)......ملکی قوانین (جو جائز اور مباح درجے کے ہیں، اور کسی شرعی حکم سے متصادم نہیں) کا احترام اور مفادِ عامہ کے متعلق ضوابط کی آپ حتی المقدور رعایت ولحاظ کرتے ہیں (جیسا کہ مسئلہ کی رو سے بھی انکی پابندی لزومی درجہ رکھتی ہے) فرماتے ہیں کہ عوام کا تو بالعموم یہ مذاق بن چکا ہے اور بعض خواص اور اچھے خاصے متدین حضرات کا بھی ایسا طرزِ عمل سامنے آتا ہے کہ ہر قسم کی قانون شکنی کو بہادری یا سمجھداری سمجھا جاتا ہے، جوکہ ایک بڑا منکر اور قابلِ اصلاح امر ہے، اللہ تعالیٰ بددینی اور بدفہمی سے بچائیں۔

(۳)......ادارہ کے بنیادی دستور کی بھی اور ادارے کے مختلف شعبوں کے متعلقہ قواعد وضوابط کی بھی (جو بحمداللہ شرح وبسط کے ساتھ تحریری شکل میں منضبط ہیں) آپ بھرپور رعایت فرماتے ہیں، تعلیمی وانتظامی سب شعبوں میں متعلقہ مسئولین وذمہ داروں کو مقررہ ضوابط کے تحت پوری طرح بااختیار رکھتے ہیں، اور ان شعبوں سے تعرض انہی کی وساطت سے کرتے ہیں، کہیں پیچیدگی ہو یا اصلاح وترمیم کی ضرورت ہو تو مجلسِ مشاورت میں وہ امور زیرِ بحث لائے جاتے ہیں، اور مشاورت کے نتیجہ میں حذف واضافہ یا اصلاح وترمیم کی جاتی ہے۔

آپ کے تین بچے ادارہ کے تعلیمی شعبوں میں مختلف مراحل میں ہیں، ان کے داخلہ سے لے کر تعلیمی نظم وضبط تک سب امور میں ان کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ اور برتاؤ ہے، جس طرح کسی بھی عام بچے کے ساتھ ضوابط کے تحت معاملہ ہوتا ہے۔

آپ کی وساطت سے بعض اوقات آپ کے متعلقین یا اعزہ کے استفتاء آتے ہیں، خود آپ کی ہدایت کے مطابق شروع سے وہ دارالافتاء کے مقررہ زنجیری عمل سے گزر کر ہی جاری ہوتے رہے ہیں، کسی کے ناگواری کے خدشے یا رسمی مروت ودلجوئی کو اس طور پر دل ودماغ پر مسلط نہیں کیا جاتا کہ مقررہ ضوابط توڑنے پڑیں، یا شرعی اصولوں میں مداہنت ولچک اختیار کرنی پڑے، اس کے بحمداللہ ہمیشہ اچھے نتائج نکلے

ہیں، کسی کو وقتی طور پر کوفت بھی ہوئی ہو، تو یہ حالت زیادہ دیر قائم نہیں رہی۔

غرضیکہ اصول پسندی اور قواعد وضوابط کی پاسداری کے اس پورے دائرہ کار میں آپ کا طرز وطریقہ مثبت ومنفی ہر طرح کے احوال میں نہایت تحمل واستقامت کے ساتھ ''لایخافون لومۃ لائم'' کا رہتا ہے۔

اَقِلِّیْ اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

ہمت ومحنت اور دھن ودھیان

آپ جہاں مدبر دماغ اور فہم رسا کے حامل ہیں، وہیں عالی ہمت اور بلند حوصلہ بھی ہیں، تدبر وبصیرت کے ساتھ منصوبہ بناتے ہیں، پھر ہمت وحوصلہ کے ساتھ اس پر اقدام کرتے ہیں، اور محنت ومجاہدہ جھیل کر اسے آگے بڑھاتے ہیں، اور دھن ودھیان کے ساتھ اس میں لگ کر اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ دھن ودھیان کے ساتھ آدمی لگے، تب ہی کام ٹھیک نہج پر ہوتے ہیں، اور نتیجہ خیز ہو کر پایۂ تکمیل تک پہنچتے ہیں، خواہ دینی امور ہوں یا دنیاوی امور، دھن ودھیان کے بغیر کما حقہ کوئی کام نہیں ہو پاتا، بحمد اللہ تعالیٰ متعلقہ میدانوں میں آپ دھن کے پورے، کام کے پکے ہیں، کام میں سستی آپ کے قریب بھی نہیں پھٹکتی، نہ ذہنی ودماغی سستی، نہ جسمانی سستی۔ اللھم زد فزد۔

آپ کے ساتھ مل کر کوئی کام کرنے سے بڑی تربیت اور اصلاح ہوتی ہے، کام کا ڈھنگ بھی آتا ہے، اور مستقل مزاجی وچستی بھی پیدا ہوتی ہے، سست آدمی کا آپ کی ہمرکابی کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے، الا یہ کہ آپ ہی اس کی رعایت رکھیں، اپنے متعلقہ کام اپنے ہاتھ سے کرنے کا آپ کو ذوق ہے۔ (جاری ہے......)

(آفات وبلیّات سے متعلق پانچ وقیع رسائل کا مجموعہ)

زلزلہ، اِستِسقاء، قنوتِ نازلہ اور نمازِ گرہن کے احکام

دنیا میں آفات وبلیات اور زلزلہ کے اسباب وعوامل اور ان سے حفاظت ونجات کا راستہ

دہشت اور خوف کے موقع پر قنوتِ نازلہ پڑھنے، اور خشک سالی کے موقع پر استسقاء کی دعا

کرنے اور نماز پڑھنے، اور سورج وچاند گرہن کے موقع پر گرہن کی نماز پڑھنے کے

مفصّل ومدلّل فضائل وفوائد اور مسائل واحکام

مؤلف: مفتی محمد رضوان

تذکرۂ اولیاء مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تذکرہ مولانا رومی کا (قسط ۶)

ساتویں صدی ہجری کا عالمِ اسلام

''مثنوی رومی'' کی علمی قدر وقیمت اور دینی افادیت کو سمجھنے کے لئے اُس پسِ منظر کو جاننے کی ضرورت ہے، جس پسِ منظر میں اور جس دور میں مثنوی کی تدوین ہوئی، یہ ساتویں صدی ہجری کا دور ہے، ساتویں صدی ہجری میں پورا عالمِ اسلام عقلیت پرستی کی تند وتیز ہواؤں کی لپیٹ میں آچکا تھا، جس طرح انیسویں اور بیسویں صدی عیسویں میں مغرب نے عقلیت پرستی کا یہ بگل دوبارہ نئے زاویوں سے پوری بلند آہنگی سے پھونکا تو کیا مشرق، کیا مغرب، ساری دنیا عقلیت پرستی اور مادیت پرستی کے اس صور اور ناقوس کی آواز سے مسحور ہوکر تگنی کا ناچ ناچنے لگی، فرق یہ ہے کہ عقلیت پرستی اور مادیت پرستی کی مغرب سے اٹھنے والی یہ بادِ سموم مذہب سے بغاوت وانکار کرکے، خالص دہریت کو گلے لگا کر سائنس وٹیکنالوجی کے دوش پر سوار ہوکر چلی، جبکہ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کی عقلیت پرستی کی آندھی منطق وفلسفہ، اور علمِ کلام کے دوش بدوش چلتی رہی ہے، اور علمِ کلام تو ظاہر ہے کہ مذہب کے انکار پر نہیں، بلکہ مذہب کی حمایت پر بنا رکھتا ہے۔

غرضیکہ ساتویں صدی ہجری کی اسلامی دنیا میں کلامی مباحث کے غلغلے تھے، عالمِ اسلام کے علمی وفکری حلقے اور تعلیمی ادارے، فلسفیانہ مباحث اور کلامی مسائل سے گونج رہے تھے، عالمِ اسلام کے مقتدر ومؤثر طبقات ذہنی عیاشی کے طور پر ان رائج الوقت فلسفیانہ اور کلامی علوم وفنون میں گہری دلچسپی رکھتے تھے، بادشاہوں کے دربار اور امیروں کی ڈیوڑھیاں ان علوم کے باکمال حاملین کی چشمکوں اور نکتہ رسیوں سے گونجتے تھے، اور جدل ومناظرے کے گویا اکھاڑے بنے ہوئے تھے، وہی انسان مہذب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شمار ہوتا تھا، جو منطق وفلسفہ کے اصول وقواعد اور طریقۂ استدلال سے واقف ہوتا اور کلامی اصطلاحات میں درک رکھتا ہوتا، متکلمین کے مختلف طبقاتِ فکر کے اختلافات اور ان کے باہم اختلافی مسائل کو اچھی طرح جانتا اور ان میں بے تکلف بحث اور بات چیت کرسکتا ہوتا، معتزلہ اور اشاعرہ کے اختلافات، اشاعرہ

اورحنابلہ کے اختلافات ۱؎ ، ماتریدیہ ۲؎ اوراشاعرہ کے اختلافی نکات پرعبوررکھتا ہوتا۔ (بندہ کے خیال میں) گویا کہ اُس زمانہ کی یہ ایک طرح سے روشن خیالی اور جدت پسندی تھی، کہ آدمی ان فلسفیانہ اورکلامی مباحث پرعبوربھی رکھتا ہو، اورسوسائٹی کی عام ریت وروایت کے مطابق نجی وعوامی مجالس ومحافل یا ثقافتی اورریاستی تقریبات میں بے تکلف اور بے دھڑک ان موضوعات پراظہارِخیال کرسکتا ہو۔ عقلیت پرستی کی اس عمومی فضا اور ماحول کی وجہ سے اسلامی دنیا کے علمی ادارے اورفکری حلقے قیاس اور استدلال کے ایسے عادی ہو چکے تھے کہ کہنا چاہئے اس کے بغیر لقمہ توڑنے کے بھی روادار نہ تھے۔

کسی چیز کی حقیقت، اس کا وجود، دین کا کوئی عقیدہ اس قت تک ان معقولیوں اورعقل کے پرستاروں کی بارگاہِ دانش میں شرفِ قبولیت پانے سے محروم ٹھہرتا تھا، جب تک کہ اس کوعقلی دلائل، منطقی ترتیب اور فلسفیانہ اصولوں اورمقدمات سے ثابت نہ کردیا جاتا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ یہ علمِ کلام جواس وقت عقل واستدلال کے قالب میں پورے طور پراپنے آپ کو ڈھال چکا تھا، اورمنطق وفلسفہ کی اصطلاحات اورطرزِ استدلال کوکامل طریقے پراپنا چکا تھا، یہ خود دوسری صدی ہجری میں یونانی منطق اورفلسفہ کے توڑ کے لئے ہی میدان میں آیا تھا، کیونکہ عباسی خلیفہ مامون

۱؎ امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ تا ۲۴۱ھ) جس طرح فقہ میں اہلِ سنت کے امام ہے، اورآپ کی فقہ حنبلی اہلِ سنت کے چار فقہی مذاہب میں سے ایک ہے، اسی طرح عقائد اورکلام میں بھی معتزلہ کے مقابلے میں اہلِ سنت کے امام ہیں، خصوصاً خلقِ قرآن کے مسئلہ میں جب آپ نے جان پرکھیل کرسنت راستے کا اورسلفِ صالحین کے طریقے کا دفاع کیا، اوراہلِ سنت کے مذہب کومحفوظ کیا، تو آپ عقیدے کے اس مسئلہ میں خاص طور پراہلِ سنت کے امام ٹھہرے، فقہ حنبلی کے حاملین عقائد کے معاملے میں امام احمد بن حنبل کے ذوق اورطریقے کی غیرمعمولی پابندی کرتے تھے، توحید اورخلقِ قرآن کے مسئلہ میں تو بعض دفعہ یہ حنابلہ غلو کی حدوں کو چھونے لگتے تھے، جن کو ''جہلۃ الحنابلۃ'' کے نام سے اہلِ علم نے یاد کیا ہے، بہرحال عقائد میں بھی امام احمد بن حنبل کے مقلدین حنابلہ کہلاتے ہیں، اورمعتزلہ واشاعرہ سے الگ ان کی مستقل تاریخی حیثیت اورمقام ہے۔

۲؎ امام ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۲ھ) امام ابوالحسن اشعری کے ہم عصر اور ہم زمانہ ہیں، سمرقند (وسطی ایشیاء جس کو گزشتہ زمانوں میں ماوراء النہر کہتے تھے) سے تعلق رکھتے تھے، فقہی مذہب کے لحاظ سے امام ابوالحسن اشعری فقہ شافعی کے پیروکار، جبکہ امام ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ فقہ حنفی کے پیروکار ہیں، شیخ اشعری کی طرح شیخ ماتریدی بھی علم العقائد والکلام میں اہلِ سنت کے امام ہیں، اشاعرہ کے علمِ کلام میں ذات وصفاتِ باری تعالیٰ اوربعض دیگر مسائل میں معتزلہ کے ردِعمل میں کچھ ضرورت سے زیادہ سختی آ گئی تھی، شیخ ماتریدی رحمہ اللہ نے ان مسائل سے اختلاف کیا، اورعلمِ کلام کی تنقیح وتہذیب کرکے اسے زیادہ جامع اورمعتدل بنایا، اس طرح لگ بھگ تیس مسائل میں اشاعرہ اور ماتریدیہ میں جزوی اختلاف ہوا، احناف ان اختلافی مسائل میں ماتریدی نظریہ کو لیتے ہیں، اورشافعیہ، اشعری نکتہ نظر کو، چونکہ یہ محض جزوی اختلاف ہے، اس لئے مجموعی طور پرتوسعاً سب اہلِ سنت یعنی ماتریدیہ واشاعرہ دونوں کو اشاعرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اوران اختلافی مسائل کے علاوہ ماتریدیہ بھی اشاعرہ کہلاتے ہیں، اس طرح اہلِ سنت کے عقائد میں گویا تین مکتبِ فکر ہوگئے، حنابلہ، ماتریدیہ اوراشاعرہ (دیکھئے تاریخ دعوت وعزیمت، جلد اول، متعلقہ ابواب)

الرشید (۱۷۰ھ تا ۲۱۷ھ) [1] کے دور میں جب یونانی لٹریچر عربی میں منتقل ہوا (نیز قدیم مذاہب کے اہلِ علم اور فضلاء سے مسلمانوں کا ارتباط اور تبادلۂ خیالات ہونے لگا، تو مسلمانوں کے وہ افراد اور گروہ جو سطحی اور کچا ذہن رکھتے تھے، ان کے افکار وعلوم سے متاثر ہونے لگے) اور مامون الرشید نے غیر معمولی روشن خیالی کا ثبوت دیتے ہوئے دارالتراجم قائم کر کے یونانی منطق اور فلسفے کا بہت بڑا ذخیرہ عربی میں منتقل کرایا (گو دارالتراجم کا آغاز مامون کے پردادا خلیفہ منصور کے دور میں ہی ہو گیا تھا، مامونی عہد میں یہ درجہ کمال کو پہنچا) اس سے مامون اور اس کے ہمنواؤں کے زعم کے مطابق کچھ جزوی اور وقتی فائدے مسلمانوں کو حاصل ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں (اگر ہوئے بھی ہوں تو وہ اس آیت کے مصداق ہیں ''**یسئلونک عن الخمر والمیسر، قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس**'') لیکن ان یونانی دیومالائی دفتروں خصوصاً الٰہیات کے باب میں خرافات کے پلندوں کے عربی میں منتقل ہونے اور مسلمانوں میں راہ پانے سے اسلامیت کی روح کو اور عالمگیر اسلامی معاشرے کی مذہبی اقدار اور بنیادوں کو سخت صدمہ پہنچا، اس سے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے کئی گروہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر یونانی منطق وفلسفے پر جھک پڑے، فلسفیانہ الٰہیات، افلاطونی اشراقیت اور ارسطو کی مشائیت میں ہدایت ڈھونڈنے لگے (**جو خسر الدنیا والآخرہ، ذالک ھو الخسران المبین** کے مصداق تھا)

تو دوسری طرف اسلامی دنیا کے طول وعرض اور اطراف وجوانب کے غیر مسلم اقوام اور مسلمانوں کے فرقِ باطلہ نے منطق وفلسفہ کے انہی ہتھیاروں کو لے کر، اس یونانی اسلحہ سے مسلح ہو ہو کر اسلام کے اصول

---

[1] عبداللہ المامون ابن ہارون الرشید عباسی، کنیت ابوجعفر، اصمعی اور کسائی جیسے ائمۂ لغت وادب عربی سے علومِ عربیت کی تحصیل کی، اپنے والد خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کے لئے ان کے حلقہ درس میں حاضری دی، فقہ اپنے وقت کے مشاہیر فقہاء سے حاصل کیا، ۲۸ سال کی عمر میں ۱۹۸ھ میں اپنے بھائی خلیفہ امین الرشید سے جنگ میں فتح مند ہو کر اور امین کو قتل کر کے خلیفہ بنے، ہارون الرشید نے ایک دارالترجمہ ''محکمہ کتبِ علمیہ'' قائم کیا تھا، جس میں ہندو، پارسی، عیسائی، یہودی، ہر مذہب وملت کے لوگ تھے، مامون الرشید کا ان مختلف مذاہب کے اہلِ علم فضلاء سے اختلاط اور تبادلۂ خیالات بلکہ استفادہ علوم رہتا تھا، اس سے مامون میں جہاں علمی قابلیت اور کمالات کے جوہر پیدا ہوئے، وہیں آزاد خیالی یا روشن خیالی بھی پیدا ہوئی، چنانچہ اس نے اپنے عہد میں دارالترجمہ (بیت الحکمت) کے کام کو غیر معمولی وسعت دی، اور قیصر روم سے یونانی فلسفہ کی کتابیں منگوائیں، جو پانچ اونٹوں پر لَد کر آئیں، ان میں ارسطو، بقراط، ارسطاطالیس، اقلیدس، جالینوس اور بطلیموس وغیرہ یونانی حکماء وفلاسفہ کی کتابیں تھیں، عرب کے فلسفی یعقوب بن اسحاق کندی کو مامون نے اس وسیع ذخیرے میں سے ارسطو کے فلسفہ (مشائیہ) پر مبنی لٹریچر وکتب کے ترجمہ پر مامور کیا، فلسفہ یونان کا یہ نشہ پھر مامون کے سر ایسے چڑھا کہ بیت الحکمت کے بڑے نامور فضلاء اس نے روم بھیجے کہ فلسفہ کی کتب کا انتخاب کر کے لائیں، اس طرح مصر، شام آرمینیا وغیرہ مختلف ممالک میں لاکھوں روپے دے کر فضلاء روانہ کئے، کہ چھانٹ چھانٹ کر فلسفہ وحکمت کی کتابیں لے کر آئیں، مامون کی خلافت کا عرصہ لگ بھگ بیس سال بنتا ہے، ۲۱۷ھ میں وفات پائی۔

وعقائد پر دھاوا بول دیا، اور شریعت کی بنیادوں پر تیشے چلائے، انہی یونانی فنون کے زور پر اسلام کے اصول وفروع پر طرح طرح کے اعتراضات کرنے اور مسلمانوں کے ایمانیات واعتقادات میں تزلزل اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کے کام میں یہ سب باطل پرست گروہ اور غیر مسلم اقوام خصوصاً عیسائی، یہودی اور زخم خوردہ مجوس جُت گئے۔

عالمِ اسلام میں درآنے والے اور سراٹھانے والے ان اندرونی اور بیرونی فتنوں اور سازشوں کا علمی اور عملی توڑ اور تعاقب محققین اہلِ علم، بزرگانِ دین اور علمائے راسخین سب نے اپنی اپنی بساط کے مطابق کیا، محدثین، فقہاء، مفسرین وغیرہ اہلِ علم کے مختلف طبقوں اور حلقوں نے اپنے اپنے طریقے پر علمی بنیادوں پر بھی اور اپنی دعوتی واصلاحی مساعی کے ذریعے بھی ان فتنوں کا تعاقب کیا، اسلام کی مدافعت وترجمانی کی، مخالفین کے باطل عقائد اور بودے نظریات کے تار پود بکھیرے، ان کی دسیسہ کاریوں اور اشکالات واعتراضات کا تجزیہ کیا، اور جوابات دیئے (ان علماء محققین، سلف صالحین کی متعلقہ تصانیف ان مباحث سے لبریز ہیں)

معتزلہ کی تحریکِ اعتزال کا آغاز

عالمِ اسلام میں یونانی وسریانی لٹریچر کے درآنے اور فتنہ مچانے کے دورِ اولیں میں ہی (بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے) معتزلہ کا فرقہ وجود میں آ گیا تھا [۱]، جو صحابہ اور سلفِ صالحین کے طریقہ سے انحراف کرکے، اور دینِ اسلام کی ترجمانی اور قرآن کی تفسیر وتفہیم میں سنت سے بغاوت کرکے اور سنت کی اور صحابہ کے طریقہ کی اتھارٹی ہونے سے انکار کرکے محض اپنی عقل پر بھروسہ کرنے اور عقل واستدلال کی بنیاد پر اسلام

---

[۱] واصل بن عطاء (۸۰ھ تا ۱۳۱ھ) فرقہ معتزلہ کا بانی سمجھا جاتا ہے، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، بعد میں ترکِ وطن کرکے بصرہ چلے گئے، جہاں خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ (۲۱ھ تا ۱۱۰) کی مجالسِ علم میں شریک ہوکر کسبِ فیض کرتے رہے، خواجہ کے حلقہ درس میں ایک اعتقادی مسئلہ پر اس نے خواجہ کی مخالفت کی، اور اپنی بات پر اصرار کیا، اور خواجہ کے حلقہ سے الگ ہوگیا، لفظِ معتزلہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی قرار دی گئی ہے، الگ ہونے والے، منحرف ہونے والے، کہ آپ خواجہ سے الگ ہوگئے تھے، اہلِ سنت کے طریقے سے منحرف ہوگئے تھے، جہم بن صفوان کے ساتھ ایک وقت میں آپ کے دوستانہ مراسم رہے، جو انہی کی طرح آزاد خیالات رکھتے تھے، اور بعد میں حکومت کے خلاف آواز اٹھانے پر مارے گئے، اسی طرح عمرو بن عبید جو واصل کے بعد معتزلہ کے قدیم ترین پیشوا اور نمایاں شخصیت تھے، یہ واصل کے برادرِ نسبتی تھے، اس کی بہن واصل کے گھر تھی، یہ بھی روایت ہے کہ واصل نے اسلامی دنیا کے مختلف ممالک اور علاقوں میں اپنے داعی اور مبلغ بھیجے، جو اس کے خیالات ونظریات لوگوں میں پھیلاتے تھے، چنانچہ عبدالکریم شہرستانی نے اپنے زمانے میں واصلیہ نامی فرقے کا ذکر کیا ہے، جو مغرب میں تھا، شائد وہ اسی کی طرف منسوب ہو، اور معتزلہ کی ایک شاخ ہو، واصل سے چار خاص عقیدے اور نظریات منسوب کئے جاتے ہیں، جو معتزلہ کے معرکۃ الآراء عقائد ہیں، جن پر اعتزال کی بنیاد ہے۔

کی من مانی تشریح کرنے والا گروہ تھا، جس طرح صحابہ کے آخری دور میں صحابہ کے مقابلہ میں روافض اور خوارج کے نام سے دو باطل تحریکیں اور گمراہ فرقے وجود میں آئے تھے، اور بڑے زوروشور سے انہوں نے اسلامی دنیا میں فساد وانتشار برپا کیا تھا۔

اسی طرح تابعین اور تبع تابعین کے دور میں معتزلہ کا یہ فرقہ بھی پورے زور وشور سے اٹھا، اور روافض وخوارج کی طرح انہوں نے بھی اہلِ سنت سے بالکل الگ اپنی راہ نکالی، حسنِ اتفاق کہئے یا شومئی قسمت کہ خلیفہ مامون الرشید بھی ان کے زمرے میں داخل ہوکر ان کا پشتیبان بنا اور بزورِ قوت اس نے اہلِ سنت کے برخلاف معتزلہ کے نظریات واعتقادات خصوصاً خلقِ قرآن کے مسئلہ کو ریاستی دستور اور پالیسی کا حصہ بنایا، اور مسلمانوں پر مسلط کرنے لگا اور علمائے امت کی دارو گیر شروع کی کہ وہ معتزلہ کی ہمنوائی کریں، اور خلقِ قرآن کے مسئلہ کو تسلیم کریں (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں جو قربانیاں دیں، اور مامون اور اس کے جانشینوں کے ہاتھوں تشدد اور قید وبند کا نشانہ بنے، اور بالآخر حق کی فتح کے ساتھ سرخرو ہوئے، وہ اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے)

معتزلہ کا اپنے خلاف سنت نظریات کو کفرواسلام کا معیار بنانا

معتزلہ نے یونانی منطق وفلسفے کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور اس کے اصول وقواعد اور طرزِ استدلال کو اختیار کرکے اور معیار بنا کر وہ اسلامی احکام اور اسلام کے اصول وفروع کو جانچنے، ناپنے، اور تولنے لگے، معتزلہ نے اپنی من مانی تشریحات وتاویلات سے اسلام کا جو قالب تیار کیا، اس کو وہ حرفِ آخر سمجھتے تھے، اور اپنے ان مباحث واعتقادات کو کفرواسلام کا معیار ٹھہراتے تھے۔

یہ گویا کہ ان کی چوری کے ساتھ ساتھ سینہ زوری بھی تھی، کہ اول تو سلف صالحین، صحابہ وتابعین سے بغاوت کرکے دین میں نقب زنی کی، اور پھر اسلام کے ٹھیکیدار بھی بن گئے، ان کی ساری ذہانتیں اور سرگرمیاں اہلِ سنت کا ناطقہ بند کرنے کے لئے وقف تھیں۔

خلیفہ مامون اور اس کے بعد معتصم باللہ کے دور میں جب معتزلہ تخت وتاج کے ایک طرح سے مالک تھے، تو انہوں نے پورے عالمِ اسلام کو تحریکِ اعتزال میں رنگنے کی ٹھانی، معتصم کے بعد جب یہ شاہی ایوانوں سے بے دخل ہوئے، تو تب بھی انہوں نے کم ازکم سو سال کے عرصے تک علمی درسگاہوں اور اپنے فکری حلقوں کے ذریعے عالمِ اسلام میں اعتزال کا جادو جگائے رکھا۔　　(جاری ہے..........)

پیارے بچو! مولانا محمد ناصر

چوہے اور مینڈک کی دوستی

پیارے بچو! آج تمہیں چوہے اور مینڈک کی دوستی والی کہانی سناتے ہیں۔
کبھی تم نے سوچا کہ کہانیاں کیوں سُنائی جاتی ہیں؟

کہانیاں صرف مزے لینے اور وقت گزارنے کے لیے نہیں سُنائی جاتیں، بلکہ اس لیے سنائی جاتی ہیں کہ اس کہانی سے کوئی اچھی اور فائدہ کی بات اور تجربہ کی چیز ملے، تو اُسے لے لیا جائے، اور کوئی نقصان کی بات ہو تو اُسے چھوڑ دیا جائے۔

تو اب سب بچے اِدھر میرے پاس آ کر ایک مزیدار کہانی سنو!

ایک دریا کے کنارے ایک چوہے سے ایک مینڈک کی دوستی ہوگئی، اور یہ دوستی بہت گہری ہوگئی، اب دونوں روزانہ آپس میں ملاقات کرتے، اگر کبھی ملاقات نہ ہوتی تو ان کا دل نہیں لگتا تھا۔

دونوں نے اپنے ملنے کا ایک وقت طے کر رکھا تھا، اس وقت دونوں جمع ہو جاتے، آپس میں باتیں کرتے، اور خوش ہوتے۔

ایک دن چوہے نے مینڈک سے کہا کہ بھائی تم پانی میں رہنے والے ہو، اور میں زمین پر خشکی میں رہنے والا ہوں، میں پانی میں نہیں آسکتا، مجبور ہوں، لیکن تم تو پانی سے باہر زمین پر آسکتے ہو۔

جب میرا تمہارے سے ملنے کو دل کرتا ہے، تو میں تم سے پانی میں آ کر نہیں مل سکتا، اور پانی کے اندر تم تک میری آواز پہنچ نہیں پاتی، مینڈک نے چوہے کی شکایت سُنی، اور اس کا حل معلوم کیا کہ کیا ہونا چاہیے؟

دیر تک دونوں اس پر مشورہ کرتے رہے، آخر چوہے نے یہ کہا کہ کہیں سے ایک لمبی ڈوری لے کر آتے ہیں، جس کا ایک کنارہ تمہارے پاؤں میں بندھا ہوا ہو، اور دوسرا سرا میرے پاؤں میں بندھا ہوا ہو؛ پھر جب مجھے تم سے ملنا ہوا کرے گا تو میں ڈوری کو ہلا دیا کروں گا، جس سے تمہیں پانی کے اندر ڈوری ہلنے سے میرے بُلانے کا پتہ چل جایا کرے گا۔

مینڈک کو چوہے کی یہ بات اگرچہ پسند نہیں آئی، کیونکہ اس کی وجہ سے مینڈک کو دریا میں دُور دُور تک جانا مشکل تھا، مگر مینڈک نے دوستی کی خاطر چوہے کی بات مان لی۔

Idara Ghufran

اس کے بعد دونوں ڈوری ہلا کرایک دوسرے سے ملنے لگے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک چیل کی نظر اُس چوہے پر پڑگئی، چیل تو چوہے کو شکار کرتی ہے، اور بہت شوق سے کھاتی ہے، چیل فوراً چوہے کو اپنے پنجوں میں لے اُڑی، ڈوری کے ساتھ بندھا ہوا مینڈک بھی پانی سے باہر آ گیا۔

اور چوہے کا جو حشر ہوا، وہی اُس مینڈک کا بھی حشر ہوا، دونوں چیل کے پیٹ میں پہنچ گئے، اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

بچو! اگر مینڈک پانی کے اندر رہتا، اور چوہے سے دوستی نہ کرتا، تو مینڈک چیل سے محفوظ رہتا۔

بچو! اس سے پتہ چلا کہ کسی ایسے کو اپنا دوست نہیں بنانا چاہیے، جس سے اپنے آپ کو نقصان پہنچے۔

جیسے آج کل کچھ بچے اگلا ٹائر اُٹھا کر سائیکل یا موٹر سائیکل چلاتے ہیں، تو ایسے بچوں کے ساتھ جن شریف بچوں کی دوستی ہو جاتی ہے، وہ اُن کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہونے پر فوت ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح کی اور بہت سی گندی عادتیں ہیں، جو بُری عادتوں والے بچوں کے ساتھ دوستی کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۳ ''شوہر کا مقام ومرتبہ''﴾

اور اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر عورت کجاوے پر ہو، تب بھی شوہر کی چاہت پر اس کا یہ حق ادا کرے، کجاوے پر ہونا دراصل سفر کے لئے تیار ہونے سے کنایہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اگر سفر پر جانے کے لئے بالکل تیار بھی ہو، تب بھی اسے شوہر کی اس فرمائش کو پورا کرنا چاہئے، جب ایسی حالت میں بھی شوہر کے حقِ مخصوص ادا کرنے کو فرمایا گیا ہے، تو اس سے عام حالات میں اس حق کی ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ لگا لینا چاہئے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہے اس سے عورت کے بچہ جننے کی قریبی حالت مراد ہے، یعنی اس حالت میں بھی اگر شوہر اپنے مخصوص حق کے لئے عورت کو بلائے، تب بھی اسے شوہر کو منع نہیں کرنا چاہے، اور ظاہر ہے کہ یہ بطورِ تاکید کے فرمایا گیا ہے۔

اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس مخصوص حق تلفی کی وجہ سے مرد کسی گناہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

ہاں اگر کوئی شرعی عذر ہو، مثلاً عورت مخصوص ناپاکی کی حالت میں ہو، یا اس نے روزہ رکھا ہوا ہو، یا حج یا عمرے کا احرام باندھ رکھا ہو، یا کوئی بیماری وغیرہ ہو تو ایسی صورت میں اسے مناسب طریقے سے اپنی مجبوری ظاہر کر کے عذر کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(جاری ہے............)

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شوہر کا مقام ومرتبہ (قسط۱)

معزز خواتین! ایک مسلمان عورت کو قرآن وحدیث میں جن باتوں کی خصوصی تاکید کی گئی ہے، ان میں سے ایک بات شوہر کے حقوق کی ادائیگی بھی ہے، اور یہ بات ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی عورت میں شوہر کے حقوق ادا کرنے کی خوبی نہیں ہے، تو وہ ہرگز نیک یا مثالی بیوی کہلانے کی حقدار نہیں ہے، اگرچہ اس میں حسن وجمال، مال ودولت اور تعلیم وغیرہ جیسی بیسیوں خوبیاں بھی موجود ہوں، اس لئے کسی بھی خاتون کو نیک اور مثالی بیوی بننے کے لئے اور دنیا وآخرت کی خوشیاں سمیٹنے کے لئے اپنے شوہر کے مقام ومرتبہ کو سمجھنا اور دل سے شوہر کا احترام کرنا از حد ضروری ہے، خواہ کسی عورت کا دل چاہے یا نہ چاہے، یہ کڑوا گھونٹ پیئے بغیر نہ دنیا میں کوئی عورت خوش رہ سکتی ہے، اور نہ آخرت میں پوری کامیابی حاصل کرسکتی ہے، اس لئے خواتین کی دنیوی اخروی خوشی اور کامیابی کے لئے متعدد احادیث میں مختلف انداز سے شوہر کے مقام اور مرتبہ کو بیان فرمایا گیا ہے، ان میں سے چند ایک احادیث گزشتہ شمارے میں آچکی ہیں، مزید احادیث ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (رواہ الترمذی)

ترجمہ: اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے لئے سجدے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (سنن ترمذی)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے شوہر کے مقام ومرتبہ اور بیوی پر اس کے حقوق کی ادائیگی کی عظمت ظاہر فرمائی ہے۔

غور فرمایئے کہ کسی مخلوق پر دوسری مخلوق کا زیادہ سے زیادہ حق اور اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے یہ اعلیٰ درجے کا مؤثر اور بلیغ انداز ہے، اس لئے کہ کسی کی تعظیم کا انتہائی درجہ ظاہر کرنے کا اس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ نہیں کہ اس کے سامنے پیشانی زمین پر رکھی دی جائے، لیکن چونکہ سجدہ عموماً اللہ تعالیٰ کے سامنے عبادت کے لئے کیا جاتا ہے، اور عبادت کے سجدے اور تعظیم کے سجدے میں صرف ارادے اور عقیدے

Idara Ghufran

سے ہی فرق ہوسکتا ہے، اور ارادہ اور عقیدہ ایک پوشیدہ چیز ہے، جس پر دوسرے دیکھنے والے مطلع نہیں ہوسکتے، نیز عمومی اجازت ہونے پر سجدہ کرنے والے کا بھی بعض اوقات دھیان نہیں رہتا کہ یہاں تعظیم کی خاطر سجدہ کرنا ہے، یا عبادت کی خاطر اور اس سے رفتہ رفتہ شرک تک نوبت آجاتی ہے، اس لئے کسی بھی مخلوق کو کسی مخلوق کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت نہیں، تو حضور ﷺ اگر کسی مخلوق کے سامنے سجدہ کو جائز سمجھتے، تو عورتوں کو حکم دیتے کہ شوہروں کو سجدہ کریں، کیونکہ شوہر کا مقام ومرتبہ بہت اعلیٰ ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا قَدِمَ مُعَاذٌ مِنَ الشَّامِ سَجَدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :مَا هَذَا يَا مُعَاذُ؟ قَالَ :أَتَيْتُ الشَّامَ فَوَافَقْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ وَبَطَارِقَتِهِمْ، فَوَدِدْتُ فِي نَفْسِي أَنْ نَفْعَلَ ذَلِكَ بِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَلَا تَفْعَلُوا، فَإِنِّي لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِغَيْرِ اللَّهِ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا، وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَهِيَ عَلَى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ (رواہ ابن ماجه، ص ۱۳۳، ابواب النکاح) [۱]

ترجمہ: جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے شام سے (واپس) تشریف لائے، توانہوں نے

---

[۱] قوله (فوافقتهم)أی صادفتهم ووجدتهم(لأساقفتهم وبطارقتهم)أی رؤسائهم وأمرائهم(ولو سألها)أی الزوج(نفسها)أی الجماع(على قتب)بفتحتين للجمل كالإكاف لغيره ومعناه الحث على مطاوعة أزواجهن وأنهن لا ينبغي لهن الامتناع في هذه الحالة فكيف في غيرها وقيل إن نساء العرب كن إذا أردن الولادة جلسن على قتب ويقال إنه أسهل لخروج الولد فأراد تلك الحالة قال أبو عبيد كنا نرى أن المعنى وهي تسير على ظهر البعير فجاء ه التفسير بغير ذلك(حاشية السندی علی ابن ماجة)

قوله لاساقفتهم الخ الا ساقفة والا ساقف جمع الاسقف وهم عالم النصارى ورئيسهم كذا فی بعض الحواشی وفی القاموس اسقف النصارى وسقفهم كارون وقطرب وقفل رئيسهم لهم فی الدين او الملك المتخاشع فی مشيته او العالم وهو فوق القسيس ودون المطران انتهى ۱۲ انجاح .قوله وبطارقتهم البطارقة بفتح الموحدة جمع بطريق وهو الحاذق بالحرب وامورها بلغتهم وهوذو منصب عندهم كذافی المجمع وفی القاموس البطريق ككبريت القائد من قواد الروم تحت يده عشرة الاف رجل ثم الترخان بفتح اوله على خمسة الاف ثم القومس كجورب على مائتين والرجل المختال المزهو والسمين من الطير جمعه بطاريق انتهى ۱۲ انجاح .قوله على قتب هو بالتحريك للجمل كالاكاف لغيره وهو حث لهن على مطاوعة الازواج ولو فی هذه الحال فكيف فی غيرها وقيل كن اذا اردن الولادة جلسن على قتب ويقلن انه اسلس لخروج الولد فاريدت تلك الحالة كذافی المجمع ۱۲ انجاح(حاشية على سنن ابن ماجه المسماة بانجاح الحاجة للشيخ عبدالغنی المجددی الدهلوی المدنی المتوفیٰ ۱۲۹۵ھ ص ۱۳۳)

Idara Ghufran

حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے سجدہ کیا، حضور ﷺ نے (تعجب سے) دریافت فرمایا: معاذ یہ کیا ہے؟ (یعنی معاذ یہ کیا کر رہے ہو؟) انہوں نے عرض کیا کہ میں شام گیا تھا پس میں نے ان کو ان کے دینی پیشواؤں اور قومی سرداروں کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، پس میں نے اپنے دل میں چاہا کہ ہم ایسے ہی آپ کو سجدہ کیا کریں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، اس لئے کہ اگر میں کسی (انسان) کو کسی (مخلوق) کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دینے والا ہوتا، تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور (مزید فرمایا کہ) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں (حضرت) محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی، جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے، اور اگر شوہر اس سے اس کے نفس کا سوال کرے (یعنی حاجتِ مخصوصہ کے لئے بلائے) اس حال میں کہ عورت کجاوے پر ہو، تب بھی اس کو نہ روکے (یعنی اس کی اطاعت کرے) (سنن ابن ماجہ ص ۱۳۴)

تشریح: اس حدیث شریف سے درجِ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱)......کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں، خواہ عبادت کا سجدہ ہو، جیسے نماز کا سجدہ یا تعظیم کا سجدہ ہو، جیسے کسی کی تعظیم اور احترام کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، اسی طرح پہلی امتوں میں بڑوں کی تعظیم کی خاطر سجدہ کرنا بھی جائز تھا، لیکن اس امت کے لئے کسی بھی غیر اللہ کے لئے تعظیم کا سجدہ کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے بھی اس کو جائز نہیں رکھا، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو باوجود ان کی خواہش کے ایسا کرنے سے منع فرما دیا، اسی سے اندازہ لگا لیا جائے کہ کسی پیر، بزرگ کو سجدہ کرنا یا اس کے سامنے جھکنا کس قدر برا کام ہے، اسی طرح بعض سادہ لوح اور ناواقف مسلمان جو بعض بزرگوں کی قبروں اور ان کے مزارات پر جا کر سجدہ کرتے ہیں کہ قبر کے پاس فرش کے اوپر یا قبر کے اوپر ہی پیشانی ٹیک دیتے ہیں، یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

(۲)......اپنی چاہت اور خواہش کے مطابق کوئی عمل کرنا دین داری نہیں ہے، دیکھئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی چاہت تھی کہ حضور ﷺ کو سجدہ کریں، لیکن ان کی یہ چاہت جو بظاہر بہت اچھی معلوم ہوتی تھی، چونکہ دینی تعلیمات کے خلاف تھی، اس لئے حضور ﷺ نے اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی بخوشی اس کو قبول کر لیا، اور بے جا اصرار نہیں کیا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے شوق اور اپنی چاہت پر عمل کرنے کے بجائے یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم

کیا ہے؟ پھر اس کے مطابق انسان کو عمل کرنا چاہیے، چنانچہ بعض خواتین کو حج یا عمرہ کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے، اور وہ اپنے شوق اور چاہت پوری کرنے کے لئے محرَم کے بغیر یا غیر محرَم کو محرَم ظاہر کرکے حج یا عمرہ پر چلی جاتی ہیں، یہ کوئی دین داری نہیں، یہ تو اپنی مرضی چلانی ہے، اس لئے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی عورت تین دن کی مسافت (جو تقریباً سوا ستتر 1/4-77 کلومیٹر فاصلہ بنتا ہے) کا سفر نہ کرے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرَم ہو (مسند بزار، مسند احمد)

اسی طرح بعض لوگ بدعات کرتے ہیں، اور اس کو دینداری سمجھتے ہیں، یہ بھی ناسمجھی کی بات ہے، اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہے، اس لئے اپنی مرضی یا چاہت کے بجائے اللہ اور رسول کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔

(۳)......شوہر کا مقام ومرتبہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اپنے حق یا والدین کے حق یا پیر واستاد وغیرہ کسی اور کے حق کی اہمیت وعظمت بتلانے کے لئے یہ انداز اختیار نہیں فرمایا، یہاں تک کہ آقا کا حق بتلانے کے لئے بھی غلام اور باندی کے بارے میں بھی یہ نہیں فرمایا، لیکن شوہر کے حق کی اہمیت وعظمت بتلانے کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا کہ اگر کسی مخلوق کا دوسری مخلوق کو سجدہ کرنا جائز ہوتا، تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے، اس سے خواتین کو شوہر کے مقام ومرتبہ اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ لگالینا چاہیے، اور شوہر کا مقام ومرتبہ سمجھنا چاہیے۔

(۴)...... پھر شوہر کا مزید حق بتلانے کے لئے حضور ﷺ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کرسکتی، جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی عورت خواہ کتنی ہی نماز، روزہ، ذکر وتلاوت اور صدقہ خیرات کرتی ہو، مگر جب تک شوہر کا حق ادا نہیں کرے گی، اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والی بھی نہیں سمجھی جائے گی۔

بعض خواتین خود بہت نیک، پارسا اور نماز روزہ کی پابند ہوتی ہیں، اور ان کے شوہروں کی دینی حالت کچھ اچھی نہیں ہوتی، ایسی عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نیکی اور تقویٰ کے گھمنڈ میں اپنے شوہر کو حقیر نہ سمجھیں، اور نہ اسے بے دینی کا طعنہ دیں، اور نہ ہی اس وجہ سے اس کی حق تلفی کریں، البتہ ادب واحترام اور شوہر کے مزاج اور موقع کو ملحوظ رکھتے ہوئے مناسب طریقے سے دین کے ضروری احکام کی طرف راغب کرتی رہیں۔

(۵)......اس کے بعد آخر میں حضور ﷺ نے خواتین کو شوہر کے ایک مخصوص حق کی طرف توجہ دلائی،

﴿بقیہ صفحہ ۶۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آپ کے دینی مسائل کا حل　ادارہ

تکبیرِ تحریمہ کی فرضیت اور اس کا سنت طریقہ

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرِ تحریمہ نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے، یا نہیں، اور اس کا سنت طریقہ کیا ہے؟ دلائل کے ساتھ جواب درکار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: تکبیرِ تحریمہ اس تکبیر کو کہا جاتا ہے، جس کے ذریعہ سے نماز شروع کی جاتی ہے، اور اسی وجہ سے اس تکبیر کو تکبیرِ افتتاح بھی کہا جاتا ہے۔

اور تکبیرِ تحریمہ یا تکبیرِ افتتاح نماز درست و صحیح ہونے کے لیے فرض ہے، اور اس کے بغیر نماز صحیح و درست نہیں ہوتی۔

مگر اس کے فرض ہونے کی حیثیت شرط ہونے کی ہے، یا رُکن ہونے کی، تو بعض حضرات کے نزدیک یہ رُکن ہے، اور بعض کے نزدیک شرط ہے۔

فقہائے حنفیہ کے نزدیک اس کا شرط ہونا راجح ہے۔

كذافي البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة.

اور شرط اور رُکن کا اس حیثیت سے حکم برابر ہے کہ دونوں کا وجود نماز کے صحیح و درست ہونے کے لیے ضروری ہوتا ہے، اور نماز کی صحت اور فرض درجے میں ادائیگی ان دونوں پر موقوف ہوتی ہے۔

مگر علمی اعتبار سے اس حیثیت سے دونوں میں فرق ہے کہ رُکن دراصل کسی عمل کا ایسا داخلی اور اندرونی ضروری درجے کا جزو وحصہ ہوتا ہے کہ جس سے وہ عمل مرکب ہوتا اور وجود پاتا ہے (جیسا کہ انسان کے جسم کے لیے دل اور سر وغیرہ)

اور شرط اس عمل سے باہر کی چیز ہوتی ہے، اس لیے نماز کے جو فرائض شرائط کا درجہ رکھتے ہیں، ہماری عام فہم زبان میں اُن کو باہر کے فرائض اور جو ارکان کا درجہ رکھتے ہیں، اُن کو اندر کے فرائض کہا جاتا ہے۔

اور تکبیرِ تحریمہ کے نماز کی شرط (یعنی باہر کا فرض) ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز تکبیرِ تحریمہ کے ذریعے سے یا

تکبیرِ تحریمہ کہہ کر شروع ہوتی ہے، اس سے پہلے نہیں۔

جہاں تک تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ہاتھ اُٹھانے کا تعلق ہے، تو اس وقت ہاتھ اُٹھانا فرض وواجب تو نہیں، لیکن سنت ہے۔

اور مرد حضرات کو ہاتھ کانوں کی لو تک اس طرح اُٹھانا سنت ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں، اور خواتین کو کاندھوں تک اس طرح اٹھانا کہ ہتھیلیاں سینے اور چھاتی کے برابر ہوں، اور انگلیاں کاندھوں تک اونچی۔

اور ہاتھ اُٹھاتے وقت ہاتھوں کی اُنگلیوں کو نہ تو کشادہ کرنے کا حکم ہے، اور نہ تکلف کر کے ملانے کا، بلکہ اپنی حالت کے مطابق رکھنا بہتر ہے۔

کذا فی بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، فصل سنن الصلاۃ.

اور تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ ہاتھ اُٹھانے میں کئی حکمتیں ہیں، جن میں سے ایک حکمت اپنے عمل سے توحید کا اشارہ کرنا، اور گواہی دینا، اور ایک حکمت دنیا کے معاملات کو پسِ پشت ڈال کر پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے، وغیرذالک۔

کذا فی شرح سنن أبی داود للعینی.

آگے اس سلسلے میں چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (سورۃ الأعلی، آیت ۱۵)

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام لیا، پھر نماز پڑھی (ترجمہ ختم)

بہت سے مفسرین نے اس آیت میں رب کا نام لینے سے تکبیرِ تحریمہ کا مراد ہونا بیان فرمایا ہے۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (سورۃ المدثر، آیت ۳)

ترجمہ: اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے (ترجمہ ختم)

بہت سے مفسرین نے اس آیت میں رب کی بڑائی بیان کرنے سے تکبیرِ تحریمہ کا مراد ہونا بیان فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوی. جامع البیان للطبری، تفسیر الآلوسی، سورۃ اعلیٰ، آیت ۱۵ وعمدۃ القاری، ج۶ ص ۱۲۱، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب التسلیم.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ (ترمذی، حدیث نمبر ۳)

ترجمہ: نماز کی کنجی پاکی ہے، اور اُس کی تحریم (حرام کرنے والی چیز) تکبیر ہے، اور اُس کی تحلیل (حلال کرنے والی چیز) سلام پھیرنا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الْوُضُوءُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۴۵۷، واللفظ لهٗ؛ ترمذی، حدیث نمبر ۲۳۸، بَاب مَا جَاءَ فِي تَحْرِيمِ الصَّلَاةِ وَتَحْلِيلِهَا) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی کنجی پاکی ہے، اور اُس کی تحریم (حرام کرنے والی چیز) تکبیر ہے، اور اُس کی تحلیل (حلال کرنے والی چیز) سلام پھیرنا ہے (ترجمہ ختم)

ان احادیث میں تحریم سے مراد وہ تکبیر ہے، جس سے نماز شروع کی جاتی ہے، اور اس کو تکبیرِ تحریمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ تحریم کے معنیٰ حرام کرنے کے آتے ہیں، اور اس تکبیر کے ذریعے سے حلال چیزیں مثلاً کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا وغیرہ حرام ہوجاتا ہے۔

اور تحلیل کے معنیٰ حلال کرنے کے ہیں، اور سلام کے ذریعے سے وہ چیزیں حلال ہوجاتی ہیں، جو تکبیرِ تحریمہ کے ذریعے سے حرام ہوئی تھیں، مثلاً کھانا پینا وغیرہ۔

كذا في المرقاة، ج۲ ص ۳۶۴، كتاب الطهارة، باب مايوجب الوضوء.

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۲۳۹۶ موقوفاً)

ترجمہ: نماز کی کنجی پاکی ہے، اور اُس کی تحریم (حرام کرنے والی چیز) تکبیر ہے، اور اُس کی تحلیل (حلال کرنے والی چیز) سلام پھیرنا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

---

[۱] قال الترمذی:
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَعَائِشَةَ قَالَ وَحَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي هَذَا أَجْوَدُ إِسْنَادًا وَأَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ وَقَدْ كَتَبْنَاهُ فِي أَوَّلِ كِتَابِ الْوُضُوءِ .

تَحْرِيمُ الصَّلاةِ التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ، وَإِذَا سَلَّمْتَ فَعَجَلَتْ بِكَ حَاجَةٌ فَانْطَلِقْ قَبْلَ أَنْ يُقْبِلَ بِوَجْهِهِ (المعجم الكبير، للطبرانی، حدیث نمبر ۹۱۶۸)

ترجمہ: نماز کی تحریم تکبیر ہے، اور اُس کی تحلیل سلام کرنا ہے، جب آپ سلام پھیر دیں، اور آپ کو کسی کام کی جلدی ہو تو آپ چلے جائیں، اس سے پہلے کے آپ اپنے چہرے کو قبلے کی طرف کریں (ترجمہ ختم)

یعنی سلام پھیرتے ہی نماز مکمل ہوجاتی ہے، اور نماز مکمل ہونے کے لیے سلام کی وجہ سے قبلے کی طرف سے پھیرے ہوئے چہرے کو قبلے کی طرف کرنا ضروری نہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مِفْتَاحُ الصَّلاةِ التَّكْبِيرُ، وَانْقِضَاؤُهَا التَّسْلِيمُ إِذَا سَلَّمَ الإِمَامُ فَقُمْ إِنْ شِئْتَ

(السنن الكبرى للبيهقي، حديث نمبر ۳۰۸۴، باب تحليل الصلاة بالتسليم)

ترجمہ: نماز کو شروع کرنے والی چیز تکبیر ہے، اور اُسکو ختم کرنے والی چیز سلام کرنا ہے، جب امام سلام پھیر دے، تو آپ اگر چاہیں تو کھڑے ہوجائیں (ترجمہ ختم)

نماز شروع کرنے والی تکبیر کو تکبیرِ تحریمہ بھی کہا جاتا ہے، اور تکبیرِ افتتاح بھی؛ کیونکہ اسی کے ذریعے سے نماز شروع ہوتی ہے، اور اسی تکبیر کے ذریعے سے جائز وحلال کام (مثلاً کھانا پینا وغیرہ) حرام ہوتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُوم

(بخاری، حديث نمبر ۷۸۹؛ مسلم، حديث نمبر ۳۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے، تو کھڑے ہونے کے وقت تکبیر کہا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلاةَ بِالتَّكْبِير ...... وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلاةَ بِالتَّسْلِيمِ (ابوداؤد، حديث نمبر ۷۸۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر سے شروع فرماتے تھے............ اور نماز کو سلام سے ختم

فرماتے تھے(ترجمہ ختم)

اورحضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ :اللَّهُ أَكْبَرُ (سنن ابن ماجه، حديث نمبر ۸۰۳)

قال الألبانی صحیح

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے،تو قبلے کی طرف رُخ فرماتے، اور اپنے ہاتھ اُٹھاتے،اوراللہ اکبر کہتے تھے(ترجمہ ختم)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِىَ إِبْهَامَاهُ أُذُنَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلاَ إِلَهَ غَيْرُكَ (سنن دارقطنی، حديث نمبر ۱۱۶۰، واللفظ لهٗ، مسند ابی یعلیٰ، حديث نمبر ۳۶۳۵،التحقیق فی احادیث الخلاف لابن الجوزی، حديث نمبر ۴۴۰،وقال اسناد کلهم ثقات)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے،تو تکبیر کہتے تھے، اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کے برابر ہوجاتے تھے، پھر

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلاَ إِلَهَ غَيْرُكَ

پڑھتے تھے(ترجمہ ختم)

اورحضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة كبر ، ورفع يديه حتى كادتا تحاذيان أذنيه ، ثم لم يعد (مسند أبی یعلی الموصلی، حديث نمبر ۱۶۵۵، واللفظ لهٗ، اخبارِ اصبهان، حديث نمبر ۱۱۹۶)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا،جس وقت آپ نے نماز کو شروع فرمایا،تکبیر کہی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کے کانوں کے مقابلہ(محاذات) میں ہوجائیں، پھراس کے بعد(دوبارہ) ہاتھ نہیں اٹھائے(ترجمہ ختم)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا (بخاری، حدیث نمبر ۷۱۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، پھر ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، اور اُس نے نماز پڑھی، پھر اُس شخص نے (نماز سے فارغ ہوکر) آپ ﷺ کو آ کر سلام کیا، نبی ﷺ نے اُس کا جواب دیا، اور فرمایا کہ آپ واپس جاؤ، اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ واپس گیا اور (دوبارہ) اُسی طرح نماز پڑھ کر پھر آیا اور نبی ﷺ کو سلام کیا، پھر آپ نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، پھر اس آدمی نے عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، تو آپ مجھے (نماز کے طریقہ کی) تعلیم دے دیجئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو آپ تکبیر کہو، پھر آپ کو قرآن میں سے جو یاد ہو، وہ پڑھو، پھر آپ اطمینان سے رکوع کرو، پھر آپ اطمینان سے رکوع سے سر اٹھاؤ، پھر آپ اطمینان سے سجدہ کرو، پھر آپ سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھو، اور اسی طریقے سے اپنی پوری نماز میں عمل کرو (ترجمہ ختم)

اورحضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ :اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَقُولُ : سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ

غَیْرُکَ .ثُمَّ یَتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمِ ثُمَّ یَقْرَأُ مَا بَدَا لَهُ مِنَ الْقُرْآنِ (سنن البیهقی حدیث نمبر ۲۴۵۴)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع فرماتے تھے، تو اللہ اکبر فرماتے تھے، پھر اس کے بعد

سُبْحَانَکَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِکَ ، تَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالَی جَدُّکَ، وَلاَ إِلَهَ غَیْرُکَ

پڑھتے تھے، پھر

اَعُوْذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمِ

پڑھتے تھے، پھر قرآن مجید میں سے جو چاہتے تھے، پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ فِی الصَّلَاةِ رَفَعَ یَدَیْهِ مَدًّا (ابو داود، حدیث نمبر ۷۵۳، واللفظ لهٗ؛ ترمذی، حدیث نمبر ۲۴۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تھے، تو اپنے ہاتھوں کو سیدھا کر کے اُٹھاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا قَامَ إِلَی الصَّلَاةِ رَفَعَ یَدَیْهِ مَدًّا ، ثُمَّ سَکَتَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ هُنَیَّةً یَسْأَلُ اللهَ مِنْ فَضْلِهِ، وَیُکَبِّرُ کُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۰۴۹۲، واللفظ لهٗ؛ سنن نسائی، حدیث نمبر ۸۸۳) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اپنے ہاتھوں کو لمبا کر کے اُٹھاتے تھے، پھر آپ قراءت سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل کی دعا کرتے تھے، اور جب بھی (نماز میں) نیچے (رکوع سجدے وغیرہ میں) جاتے، اور جب بھی (رکوع، سجدے وقعدے سے) اُٹھتے، تو تکبیر کہتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ثَلاثٌ کَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْمَلُ بِهِنَّ تَرَکَهُنَّ النَّاسُ :کَانَ

---

[۱] إسناده صحیح، رجاله ثقات رجال الشیخین غیر سعید بن سمعان، فقد روی له البخاری فی "القرائة خلف الإمام "وأصحاب السنن غیر ابن ماجه، وهو ثقة(حاشیة مسند احمد)

Idara Ghufran

"إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ هَكَذَا -وَأَشَارَ أَبُو عَامِرٍ بِيَدِهِ، وَلَمْ يُفَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَلَمْ يَضُمَّهَا (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۸۲۱، واللفظ لهٔ، سنن البیهقی، حدیث نمبر ۲۴۱۰؛ صحیح ابن خزیمه، حدیث نمبر ۴۵۹) ؎

ترجمہ: تین کام رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے، ان کو (بعض) لوگوں نے چھوڑ دیا، جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے، تو اس طرح کرتے تھے، اور ابو عامر (راوی) نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور اپنی انگلیوں کو نہ تو کشادہ کیا، اور نہ ہی ملایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كبر للصلاة أدنى إبهاميه من شحمة أذنيه(معجم ابن الاعرابی، حدیث نمبر ۱۱۷۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز (شروع کرنے) کے لیے تکبیر کہتے تھے، تو اپنے انگوٹھوں کو اپنے کانوں کی لو کے قریب کر لیتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم -حِينَ افْتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ قَالَ -ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلاَةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ (سنن أبی داود، حدیث نمبر ۷۲۸)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جس وقت آپ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کی لو تک اٹھائے۔

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ:

پھر میں دوسری مرتبہ (حضور ﷺ اور صحابۂ کرام کی خدمت میں) حاضر ہوا، تو میں نے صحابۂ کرام کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت (سردی کی وجہ سے) اپنے ہاتھ اپنے سینوں تک اٹھاتے تھے، اور ان کے سروں پر اس وقت لمبی ٹوپیاں ہوتی تھیں، اور انہوں نے چادریں اوڑھ رکھی ہوتی تھیں (ترجمہ ختم)

؎ قال الحاكم: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَشَاهِدُهُ الْمُفَسِّرُ
وقال الذهبی فی التلخيص :صحيح

اور سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم -حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلاَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۷۲۴)

ترجمہ: انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا، جس وقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے، اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، یہاں تک کہ وہ دونوں کاندھوں کے مقابلہ میں ہوگئے، اور آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کے برابر ہوگئے، پھر تکبیر کہی (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلاَةَ، حَتَّى حَاذَتْ إِبْهَامُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۸۸۴۹) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز شروع کرنے کے وقت اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو تک ہوجاتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَا وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ !اِذَاصَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ اُذُنَيْكَ وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر۱۷۴۹۷، کنز العمال حدیث نمبر ۱۹۶۴۰ ج۷، باب الواو، وحدیث نمبر ۱۹۶۴۰)

ترجمہ: مجھے حضور اکرم ﷺ نے نماز کا طریقہ سکھلایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجر! جب تم نماز شروع کرو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک اٹھائے (ترجمہ ختم)

آخر میں مسئلہ ھٰذا سے متعلق چند اہم مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: تکبیر تحریمہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہے، تو وہ کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہے، خواہ وہ امام ہو، یا مقتدی، یا تنہا نماز پڑھنے والا (بدائع الصنائع، ج اص ۱۳۱)

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسے وقت آ کر جماعت میں شامل ہوتا ہے کہ اُس وقت امام رکوع میں ہے، تو تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہہ کر پھر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونا چاہیے۔

---

[1] حدیث صحیح (حاشیہ مسند احمد)

بعض لوگ جلد بازی میں تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہوکر کہنے کے بجائے رکوع میں جاتے ہوئے کہتے ہیں، ان لوگوں کی نماز درست نہیں ہوتی (درِمختار، کتاب الصلاۃ)

مسئلہ: اگر کسی نے امام کو رکوع میں پاکر تکبیر تو کھڑے ہونے کی حالت میں کہی، اور پھر رکوع میں گیا، مگر اُس نے اس تکبیر سے تکبیرِ تحریمہ کی نیت نہیں کی، بلکہ رکوع میں جانے والی تکبیر کی نیت کی، تو تب بھی اُس کی نماز درست ہوجائے گی (ردالمحتار، کِتَابُ الصَّلَاۃِ، آداب الصلاۃ)

مسئلہ: اگر کوئی مقتدی ہوکر کسی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا چاہتا ہے، تو اُس کو اس چیز کا اہتمام کرنا ضروری ہے کہ مقتدی کی تکبیرِ تحریمہ امام کی تکبیرِ تحریمہ سے پہلے ادا نہ ہو، ورنہ مقتدی کی نماز درست نہیں ہوگی (کتاب الاصل المعروف بالمبسوط، باب افتتاح الصلاۃ وما یصنع الإمام)

اور اسی وجہ سے امام کو اس چیز کا حکم ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ زیادہ لمبی کھینچ کر نہ کہے کہ کہیں مقتدی اُس سے پہلے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر فارغ نہ ہوجائیں، اور اس طرح اُن کی نماز ضائع نہ ہوجائے۔

مسئلہ: تکبیرِ تحریمہ کے الفاظ جو احادیث سے ثابت ہیں، وہ ''اللہ اکبر'' ہیں، اس لیے انہی الفاظ سے تکبیرِ تحریمہ کہنی چاہیے۔ [۱]

مسئلہ: تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ہاتھ کس وقت اُٹھائے جائیں، تو اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، راجح یہ ہے کہ ہاتھ اُٹھانے کے بعد تکبیر کہے، پھر ہاتھ باندھے (ردالمحتار)

مسئلہ: ہاتھ اُٹھانے کے وقت انگلیوں کا سیدھا اور ہتھیلیوں کا قبلے رُخ ہونا سنت ہے (بدائع)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۷/صفر/۱۴۳۲ھ 22/جنوری/2011ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[۱] البتہ اگر کوئی اَللّٰہُ الاکبر یااَللّٰہُ الکبیر یااَللّٰہُ کبیر یااَللّٰہُ الکبار کہے، تو بھی نماز درست ہوجاتی ہے۔ اور اگر معروف تکبیر کے بجائے کوئی اور اللہ کی بڑائی والے الفاظ ادا کرے، مثلاً اَللّٰہُ اعظم، اللہ اجل وغیرہ، تو بعض فقہاء کے نزدیک تو سرے سے فرض ادا ہی نہیں ہوتا، اور بعض کے نزدیک فرض تو ادا ہوجاتا ہے، مگر واجب کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، اور نماز ان کے نزدیک بھی واجبُ الاعادہ رہتی ہے؛ پس یہ اختلاف نظریاتی نوعیت کا ہے (کذا فی البحرالرائق، ج۱ص۳۲۳، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، آداب الصلاۃ)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

کیپ ایبل کمپنی کے کاروبار میں شرکت کا شرعی حکم

سوال:...... آج کل ایک کمپنی اپنے آپ کو کیپ ایبل (Capable) کا نام دیتی ہے، اس کمپنی کے ساتھ خاص طور پر راولپنڈی واسلام آباد کے چند علمائے کرام وابستہ ہیں۔ اور وہ اس کمپنی کے کاروبار کو جائز قرار دیتے ہیں۔ جب اس کمپنی کے کاروبار کے بارے میں معلوم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ کمپنی صاف پانی کی بوتلوں کا کاروبار کرتی ہے، اور اس کمپنی کا بنیادی کاروبار ملائشیا وغیرہ میں ہے۔

یہ کمپنی شرکاء کو چالیس فیصد منافع فراہم کرتی ہے، اور اگر کوئی شخص کمپنی کو کاروبار کے لیے دوسرے لوگوں سے رقم فراہم کرائے، تو اس کو بھی پانچ فیصد اضافی نفع فراہم کرتی ہے۔

ان کے نفع کا تناسب عموماً ایک لاکھ روپیہ پر چار سے پانچ ہزار روپیہ فی مہینہ شریک کو حاصل ہوتا ہے۔

اس کمپنی کے ساتھ وابستہ بعض اہلِ علم حضرات کا کہنا یہ ہے کہ جب تک اس کمپنی کے کاروبار کے ناجائز ہونے کی کوئی معقول وجہ سامنے نہ آئے، اس وقت تک اس کے کاروبار کو جائز ہی قرار دیا جائے گا۔

ہم نے کئی مفتیانِ کرام سے اس کمپنی کے کاروبار کے جائز وناجائز ہونے کا حکم معلوم کیا مگر کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔ اکثر حضرات نے یہی کہا کہ اس کمپنی کے کاروبار کے طریقہ کی تفصیل بتلائی جائے، تب ہی اس کا شرعی حکم بتایا جا سکتا ہے۔

جب کمپنی سے وابستہ ذمہ داروں سے کاروبار کی تفصیل معلوم کی گئی تو انہوں نے کوئی زیادہ تفصیل نہیں بتلائی، سوائے اس کے کہ یہ کمپنی مضاربت وغیرہ پر کام کرتی ہے، اور نفع کا تناسب یہ ہے اور بس۔

آپ سے درخواست ہے کہ اس کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت واضح فرمائیں، اگر کاروبار ناجائز ہے تو اس کا لوگوں کو پتہ چلنا ضروری ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ اس کے ساتھ وابستہ ہو کر نفع حاصل کر رہے ہیں۔

بینوا توجروا

عبدالرحمٰن، کوہاٹی بازار، راولپنڈی

جواب:......جس کمپنی کے کاروبار کے بارے میں آپ نے شرعی حکم معلوم کیا ہے، اس سے پہلے بھی بہت سے لوگ اس کے متعلق شرعی حکم معلوم کرتے رہے ہیں۔

اور ایک مدت سے ہماری طرف سے سوال کرنے والوں کو اس میں شرکت کی اجازت دیئے بغیر اس کمپنی کے کاروبار کی تفصیل ذکر کرنے کی تلقین کی جاتی رہی ہے، مگر تا حال کسی کی طرف سے تفصیل سامنے نہیں آئی۔ اور راولپنڈی و اسلام آباد میں جو حضرات اس کاروبار سے وابستہ ہیں، بلکہ وہ اس کمپنی کا اپنے آپ کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں، ان کی طرف سے بھی کمپنی کے وجود اور طریقۂ کار کی تفصیل سے متعلق معقول اور اطمینان بخش جواب نہیں مل سکا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی بھی کاروباری کمپنی کے جب تک تمویلی طریقۂ کار میں استعمال ہونے والے معاہدات و دستاویزات کا شرعی اعتبار سے جائزہ نہ لیا جائے، اس وقت تک اس کے بارے میں جائز و ناجائز ہونے کے اعتبار سے حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہوجاتا ہے، دوسری طرف تمویلی معاملات نہایت حساس ہوتے ہیں، جن کی نگرانی کی ضرورت جس طرح معاہدات کی تیاری کے وقت پیش آتی ہے، اسی طرح ان کی تنفیذ کے وقت بھی پیش آتی ہے۔

ایک زمانہ تک اس کمپنی سے وابستہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ مشہور کیا جاتا رہا کہ وہ مختلف لوگوں کو پی۔سی۔او لگا کر دیتے ہیں، اور اس سے حاصل شدہ نفع کو شرکاء میں متعین تناسب کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں، مگر اس کاروبار کی کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی۔

چند دن بعد یہ مشہور کیا گیا کہ وہ مختلف موبائل فون کمپنیوں کے کارڈز فروخت کرکے نفع کماتے ہیں، اور مخصوص تناسب سے شرکاء کو تقسیم کرتے ہیں، اس وقت بھی طریقۂ کار کی تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

پھر ایک زمانہ گزرنے کے بعد یہ مشہور کیا گیا کہ چائنا وغیرہ ممالک میں انرجی سیور بلب تیار کئے جاتے ہیں، اور اس کاروبار سے حاصل شدہ نفع کو شرکاء میں طے شدہ مقدار کے تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے۔

مگر پھر بھی اس کی پوری تفصیل اور کمپنی کے کاروباری جائے وقوع کی نشاندہی نہیں کی گئی۔

اور اب یہ مشہور کیا جارہا ہے کہ یہ کمپنی ملائشیا میں صاف پانی کی بوتلیں (منرل واٹر) تیار و فروخت کرنے اور مصالحہ جات، زراعت اور حلال گوشت، وغیرہ کا کاروبار کرتی ہے، مگر اب بھی اس کی تفصیل نہیں بتلائی جارہی۔ اس کمپنی کے کاروباری مرکز کی متعینہ جائے وقوع بھی اطمینان بخش انداز میں آج تک معلوم نہیں ہوسکی۔

اور نہ ہی کمپنی کے اصل مالکان کا پتہ چل سکا، اور اس کمپنی کے رجسٹرڈ ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کی

رجسٹریشن کی تفصیلات (قواعد وضوابط، کاروبار کا نظام وتعیین، جائے وقوع، رجسٹرڈ شدہ ملک ومقام وغیرہ) واضح نہیں کی جاسکیں نیز ملک پاکستان سے قانونی شکل میں غیر معمولی سرمایہ باہر کے ملک منتقل کرنے کے لئے کمپنی کے لئے قانوناً لائسنس ضروری ہے، اس کی بھی کمپنی کی طرف سے کوئی تفصیل سامنے نہیں آسکی، اور نہ ہی اس کمپنی کے آڈٹ کروانے اور پھر نفع کی اس بنیاد پر تقسیم ہونے کی تفصیلات، اور علی الحساب نفع کی تقسیم ماہانہ بنیادوں پر کرنے کے بعد حقیقی نفع کے تیقن کے بعد اس کی تقسیم کا کوئی طریقۂ کار واضح کیا گیا۔

اور مختلف ذرائع سے تحقیق کرنے پر متضاد باتیں معلوم ہوئیں۔

انٹرنیٹ کے ذریعے سے جب اس کمپنی کے نام اور کام کے طریقہ کار کی تحقیق کی گئی تو اس سے بھی کوئی حتمی صورتِ حال معلوم نہ ہوسکی، بلکہ کچھ مشکوک چیزیں سامنے آئیں۔

اور بعض ایسے لوگوں کے استفتاء اور سوالات بھی موصول ہوئے، جن کی بھاری رقوم اس کمپنی کے پاس پھنسی ہوئی ہیں، اور انہیں اپنی رقوم واپس لینے میں مشکلات کا سامنا ہے۔

اس قسم کی متضاد ومشکوک باتوں کے پیشِ نظر ہماری رائے میں اس کمپنی کے ساتھ اس وقت تک کاروبار کرنے سے گریز کرنا چاہیے، جب تک کہ اس کمپنی کے وجود، جائے وقوع، کاروبار اور نفع کی تعیین وتقسیم وغیرہ کے بارے میں مذکورہ امور اور اس کے تفصیلی طریقۂ کار کے شرعی اُصولوں کے مطابق ہونے کی تحقیق نہ ہوجائے۔

جہاں تک اس کمپنی کے ساتھ وابستہ بعض حضرات کی اس بات کا تعلق ہے کہ جب تک اس کمپنی کے کاروبار کے ناجائز ہونے کی کوئی معقول دلیل سامنے نہ آئے، اس وقت تک اس کے کاروبار کو جائز قرار دیا جائے گا۔

یہ بات انتہائی غیر معقول ہے۔

کیونکہ کسی بھی کاروبار میں شرکت کرنے سے پہلے شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اس کے طریقہ کار اور جائز وناجائز ہونے کی تحقیق کرلی جائے، اور شرعی اُصولوں کے مطابق ہونے کے بعد ہی اس میں شرکت کی جائے۔

اس کے باوجود بھی اگر کوئی اس کمپنی کے کاروبار کے جائز ہونے پر مُصر ہو تو یہ اُس کا اپنا معاملہ ہے۔

ہم پر اس کی تقلید واجب نہیں، تا آنکہ اس کمپنی کے وجود اور اس کے کاروبار کے طریقۂ کار کا واضح طور پر شرعی اُصولوں کے مطابق ہونا معلوم نہ ہوجائے۔ ھٰذا ما عندی واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

فقط۔ محمد رضوان

۱۵/صفر المظفر/۱۴۳۲ھ 20/جنوری/2011ء، بروز جمعرات ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۷)

برادرانِ یوسف کا حضرت یوسف کو کنویں میں ڈالنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یوسف کو جنگل کی سیر کرانے کے بہانے سے لے گئے، اور طے شدہ منصوبہ یا سازش کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک ایسے کنویں میں ڈال دیا، جو بظاہر ویران تھا۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد سے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے برادرانِ یوسف سے اس بات کا معاہدہ کیا کہ وہ حضرت یوسف کی حفاظت کریں گے، اور ان کی بھوک و پیاس کا خیال رکھیں گے۔

لیکن جب تک حضرت یعقوب علیہ السلام ان کو دیکھتے رہے، تو اس وقت تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کندھے پر بٹھائے رکھا، جونہی حضرت یعقوب علیہ السلام نظروں سے اوجھل ہوئے، تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین پر پٹخ دیا، انہوں نے جب فریاد کی تو انہوں نے ان کو مارا، اور کہا اپنے ان گیارہ ستاروں کو بلاؤ جو تمہیں سجدہ کر رہے تھے۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے سامنے فریاد کی کہ میرے بچپنے اور میرے بوڑھے والد پر رحم کرو، تو ان کے بھائی یہودا کا دل پسیج گیا، اور وہ اپنے بھائیوں سے کہنے لگا کہ اے میرے بھائیو! کسی کو قتل کرنا بہت سخت گناہ ہے، اس لئے اس بچے کو اپنے باپ کے پاس چھوڑ آؤ، اور اس سے معاہدہ کرلو کہ یہ اپنے والد کے سامنے کسی کا راز ظاہر نہیں کرے گا، تو بھائیوں نے یہودا کو بھی جواب میں دھمکی دینی شروع کردی کہ ہم تجھے بھی اس کے ساتھ قتل کردیں گے۔ ۱

---

۱ قیل فی القصة :إن یعقوب علیه السلام لما أرسله معهم أخذ علیهم میثاقا غلیظا لیحفظنه، وسلمه إلی روبیل وقال :یا روبیل !إنه صغیر، وتعلم یا بنی شفقتی علیه، فإن جاع فأطعمه، وإن عطش فاسقه، وإن أعیا فاحمله ثم عجل برده إلی .قال :فأخذوا یحملونه علی أکتافهم، لا یضعه واحد إلا رفعه آخر، ویعقوب یشیعهم میلا ثم رجع، فلما انقطع بصر أبیهم عنهم رماه الذی کان یحمله إلی الأرض حتی کاد ینکسر،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کو لے جائے جانے کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ(سورة یوسف آیت ۱۵)

’’چنانچہ جب وہ یوسف کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کرلیا کہ اسے کسی گمنام کنوئیں میں ڈال دیں، اس وقت ہم نے یوسف کو وحی کی کہ (ایک وقت آئے گا) جب تم اپنے بھائیوں کو ان کی یہ حرکت جتلاؤ گے، اور وہ تمہارے متعلق کچھ نہ جانتے ہوں گے‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت اور حال کا نقشہ کھینچا ہے کہ جب بھائیوں نے مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا عزم کر ہی لیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تسلی کے لئے وحی بھیجی، جس میں کسی آئندہ زمانے میں بھائیوں سے ملاقات کی اور اس بات کی خوشخبری دی گئی ہے کہ اس وقت آپ اپنے بھائیوں سے مستغنی اور ان سے اونچے مرتبہ پر ہونگے، جس کی وجہ سے آپ ان کے اس ظلم وستم پر ان سے مؤاخذہ کریں گے، اور وہ اس سے بے خبر ہونگے (کہ آپ ان کے وہی بھائی ہیں، جس کو وہ اپنے زعم میں ہلاک کر چکے ہیں)

امام قرطبی رحمہ اللہ کے مطابق حضرت یوسف کو تسلی دینے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ وحی ان کو کنویں میں ڈالنے کے بعد ان کی تسلی اور اس کنویں سے نجات کی خوشخبری دینے کے لئے آئی ہو، دوسرے یہ کہ کنویں میں ڈالنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالتجأ إلى آخر فوجد عند كل واحد منهم أشد مما عند الآخر من الغيظ والعسف، فاستغاث بروبيل وقال ": أنت أكبر إخوتى، والخليفة من بعد والدى على، وأقرب الإخوة إلى، فارحمنى وارحم ضعفى "فلطمه لطمة شديدة وقال :لا قرابة بينى وبينک، فادع الأحد عشر کوکبا فلتنجک منا، فعلم أن حقدهم من أجل رؤياه، فتعلق بأخيه يهوذا وقال :يا أخى !ارحم ضعفى وعجزى وحداثة سنى، وارحم قلب أبيک يعقوب، فما أسرع ما تناسيتم وصيته ونقضتم عهده، فرق قلب يهوذا فقال :والله لا يصلون إليک أبدا ما دمت حيا، ثم قال :يا إخوتاه !إن قتل النفس التى حرم الله من أعظم الخطايا، فردوا هذا الصبى إلى أبيه، ونعاهده ألا يحدث والده بشىء مما جرى أبدا، فقال له إخوته :والله ما تريد إلا أن تكون لک المكانة عند يعقوب، والله لئن لم تدعه لنقتلنک معه، قال :فإن أبيتم إلا ذلک فهاهنا هذا الجب الموحش القفر، الذى هو مأوى الحيات والهوام فألقوه فيه، فإن أصيب بشىء من ذلک فهو المراد، وقد استرحتم من دمه، وإن انفلت على أيدى سيارة يذهبون به إلى أرض فهو المراد(تفسير القرطبى، تحت آيت ۱۵ من سورة يوسف)

آنے والے حالات وواقعات سے وحی کے ذریعہ سے باخبر کردیا، جس میں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ آپ اس ہلاکت سے سلامت رہیں گے، اور بعد میں آپ کو ایسے حالات پیش آئیں گے کہ آپ کو ان بھائیوں کو تنبیہ کرنے کا موقع ملے گا، جب کہ وہ آپ کو پہچانیں گے بھی نہیں کہ آپ ان کے بھائی یوسف ہیں۔ [۱]

مفسرین کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام پر جو یہ وحی بچپن میں نازل ہوئی، یہ وحیِ نبوت نہ تھی، کیونکہ وحیِ نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا ہوتی ہے، بلکہ یہ وحی ایسی ہی تھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بذریعہ وحی مطلع کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈال دو (اور یہ وحی اصطلاحی وحیِ رسالت کے علاوہ ہے، جس کو الہام والقاء بھی کہتے ہیں) اور حضرت یوسف علیہ السلام پر وحیِ نبوت کا سلسلہ مصر پہنچنے کے بعد شروع ہوا۔ [۲]

بعض مفسرین نے اس جگہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے لگے، تو حضرت یوسف علیہ السلام کنویں کی منڈیر (مَن) سے چمٹ گئے، اس وقت پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے رحم کی درخواست کی، مگر بھائیوں نے ان کو وہی جواب دیا کہ گیارہ ستارے جو تجھے خواب میں سجدہ کرتے ہیں، ان کو بلاؤ وہی تیری مدد کریں،

---

[۱] (وَهُمْ لا يَشْعُرُونَ) أنک يوسف، وذلک أن الله تعالى أمره لما أفضى إليه الأمر بمصر ألا يخبر أباه وإخوته بمكانه .وقيل :بوحى الله تعالى بالنبوة، قاله ابن عباس ومجاهد .وقيل ":الهاء "ليعقوب، أوحى الله تعالى إليه ما فعلوه بيوسف، وأنه سيعرفهم بأمره، وهم لا يشعرون بما أوحى الله إليه، والله أعلم(تفسير القرطبى، تحت آيت ۱۵ من سورة يوسف)

[۲] والظاهر ان هذا الوحى ليس للاستنباء والإرسال والتبليغ بل هو كما اوحى إِلى أُمِّ مُوسى أَنْ أَرْضِعِيهِ الاية وما هو لتبليغ فهو بعد ذلک حيث قال الله تعالى وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْناهُ حُكْماً وَعِلْماً(التفسير المظهرى، تحت آيت ۱۵ من سورة يوسف)

قال الحسن ومجاهد والضحاک وقتادة :أعطاه الله النبوة وهو فى الجب على حجر مرتفع عن الماء .وقال الكلبى :ألقى فى الجب وهو ابن ثمانى عشرة سنة، فما كان صغيرا، ومن قال كان صغيرا فلا يبعد فى العقل أن يتنبأ الصغير ويوحى إليه .وقيل :كان وحى إلهام كقوله ":وَأَوْحى رَبُّکَ إِلَى النَّحْلِ "وقيل :كان مناما، والأول أظهر -والله أعلم(تفسير القرطبى، تحت آيت ۱۵ من سورة يوسف)

بعض مفسرین مثلاً ابنِ جریر اور ابنِ ابی حاتم وغیرہ نے اس کو استثنائی طور پر وحیِ نبوت ہی قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت عطا کی گئی تھی۔

واخرج ابن جرير وابن المنذر وابن ابى حاتم وابو الشيخ عن مجاهد فى قوله تعالى وَأَوْحَيْنا إِلَيْهِ قال اوحى الى يوسف يعنى وحى الاستنباء وهو فى الجب لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هذا يعنى لتخبرن إخوتک بما صنعوا بک وَهُمْ لا يَشْعُرُونَ بذلک الوحى والإيناس واعلام الله إياه ذلک(التفسير المظهرى، تحت آيت ۱۵ من سورة يوسف)

پھر ایک ڈول میں رکھ کر کنویں میں لٹکا دیا، جب آدھے تک پہنچے، تو اس کی رسی کو کاٹ دیا۔ ۱؎ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی، کنویں میں گرنے کی وجہ سے کوئی چوٹ نہیں آئی، قریب ہی ایک پتھر کی چٹان نکلی ہوئی نظر آئی، آپ صحیح سالم اس پر بیٹھ گئے، بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا، انہوں نے آپ کو چٹان پر بٹھا دیا۔ ۲؎
حضرت یوسف علیہ السلام تین دن تک اس کنویں میں رہے، آپ کے بھائی یہودا دوسرے بھائیوں سے چھپ کر روزانہ آپ کے لئے کھانا لاتا، اور ڈول کے ذریعہ آپ تک پہنچا دیتا تھا۔ ۳؎ (جاری ہے......)

۱؎ وقيل جعلوه فى دلو وأرسلوه فيها حتّى إذا بلغ نصفها القوه ارادة ان يموت فكان فى البئر ماء فسقط فيه- ثم أوى الى صخرة فيها فقام عليه(التفسير المظهرى، تحت آيت ۱۵ من سورة يوسف)

۲؎ فدلوه فى البئر حتى إذا بلغ نصفها ألقوه إرادة أن يسقط فيموت، فكان فى البئر ماء فسقط فيه، ثم آوى إلى صخرة فقام عليها......وكان جبريل تحت ساق العرش، فأوحى الله إليه أن أدرك عبدى، قال جبريل: فأسرعت وهبطت حتى عارضته بين الرمى والوقوع فأقعدته على الصخرة سالما (تفسير القرطبى،تحت آيت ۱۵ من سورة يوسف)

۳؎ قال البغوى كان يهودا يأتيه بالطعام وبقى فيها ثلاث ليال واوحى اليه هذه الاية(التفسير المظهرى، تحت آيت ۱۵ من سورة يوسف)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۵ ''اخبارِ عالم''﴾

11/جنوری: پاکستان: دھند بدستور برقرار، ٹریفک حادثات میں 15افراد جاں بحق،50زخمی، گیس لوڈشیڈنگ کا دائرہ کراچی تک وسیع **12/جنوری:** پاکستان: سپریم کورٹ کے سینئر ترین جج جسٹس جاوید اقبال کے والدین پراسرار طور پر قتل ٭ صدر نے سینیٹر لطیف کھوسہ کو گورنر پنجاب مقرر کر دیا **13/جنوری:** پاکستان: بنوں خودکش حملہ آور نے بارود سے بھری گاڑی تھانے سے ٹکرادی، 7اہلکاروں سمیت 20افراد جاں بحق **14/جنوری:** پاکستان: میران شاہ میں اتحادی افواج کی گولہ باری، 7افراد شہید، بنوں خیبر ایجنسی میں بم حملے 4 سیکورٹی اہلکار جاں بحق **15/جنوری:** پاکستان: کراچی میں مزید12 افراد قتل، شہر میں کشیدگی **16/جنوری:** پاکستان: بلوچستان میں نیٹو رسد کے آئل ٹینکروں پر فائرنگ 16 خاکستر، کوئٹہ میں اعلیٰ سرکاری افسر سمیت 3 قتل **17/جنوری:** پاکستان: جزوی کرفیو کے اعلان پر کراچی میں خوف وہراس، مزید 5افراد قتل **18/جنوری:** پاکستان: کوہاٹ ہنگو روڈ پر مسافر بس میں دھماکہ، 18افراد جاں بحق **19/جنوری:** پاکستان: جسٹس جاوید اقبال کے سوتیلے بھائی نے والدین کے قتل کا اعتراف کرلیا **20/جنوری:** پاکستان: زلزلے سے 200 مکانات کے گرنے کی تصدیق، امدادی طیارہ دالبدین پہنچ گیا۔

طب وصحت مفتی محمد رضوان

دانتوں کی افادیت وحفاظت

دانتوں کے فوائد ومنافع

انسان کے اعضاء میں منہ کا عضو ایک امتیازی مقام وشان رکھتا ہے، اور عادتاً جسم کو غذا اور بنیادی ایندھن فراہم کرنے کے لئے منہ ہی ذریعہ اور واسطہ بنتا ہے۔

منہ کے اندر ہی دانتوں کا سلسلہ بھی قائم ہے، اور دانت انسان کے لئے قدرت کی طرف سے عطا کی ہوئی بڑی نعمت ہیں، دانتوں کے ذریعہ سے انسان بے شمار ضرورتوں اور کار آمد چیزوں سے مستفید اور لطف اندوز ہوتا ہے، اور دانت نہ ہوں تو انسان بے شمار نعمتوں اور ضرورتوں اور کار آمد چیزوں سے محروم ہوجاتا ہے، دانت دراصل نہ صرف یہ کہ غذا کو چبانے اور پیسنے کے لئے چکی اور جُوسر مشین کا کام کر کے ہضم کا عمل انجام دیتے ہیں، بلکہ بولنے اور بات کرنے اور زبان سے نکلنے والے الفاظ کی صحیح ادائیگی میں بھی انسان کو مدد فراہم کرتے ہیں، اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے (ذکر وتلاوت وغیرہ کی شکل میں) ہم کلامی ومناجات کے لئے استعمال ہوتے ہیں، نیز انسان کی خوبصورتی کا بھی باعث ہوتے ہیں، اور اس طرح کے کئی فوائد ومنافع اور ضروریات ومصالح دانتوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔

نظامِ ہضم کا آغاز دانتوں کے ذریعہ سے ہی شروع ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے دانت نہیں ہوتے، ان کا معدہ بہت سے چیزوں کو ہضم کرنے سے قاصر رہتا ہے، اور ان کے ہضم کا نظام بگڑ جاتا ہے، اور صحت وتندرستی پر طرح طرح کے برے اثرات پڑنا شروع ہوجاتے ہیں، اس لئے دانتوں کی قدر وقیمت واہمیت کو ملحوظ رکھنا اور دانتوں میں فساد وبگاڑ پیدا کرنے والی چیزوں کو جاننا وپہچاننا اور ان سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔

انسان کے دانت عمر کے لحاظ سے زندگی میں دومرتبہ نکلتے ہیں، پیدائش کے بعد پہلی مرتبہ کچے اور دودھ کے دانت نکلتے ہیں، جو تعداد میں بیس ہوتے ہیں، یہ دانت عموماً پیدائش کے چھ ماہ بعد سے نکلنا شروع ہوکر دوسال کی عمر تک نکل آتے ہیں، اس کے بعد پھر پکے دانت نکلنا شروع ہوتے ہیں، جو تعداد میں کل بتیس

ہوتے ہیں، سولہ دانت اوپر اور سولہ دانت نیچے، یہ پکے دانت عموماً پیدائش کے بعد چھٹے، ساتویں سال سے نکلنا شروع ہو کر بیس، بائیس سال کی عمر تک مکمل ہوجاتے ہیں، البتہ کسی جسمانی عارضہ کی وجہ سے تقدیم وتاخیر بھی ممکن ہوتی ہے۔

پھر دانتوں کی بناوٹ اور کیفیت میں فرق ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے منافع وفوائد بھی مختلف ہیں، جس طرح چکی کے پاٹ اور جوسر کی مشین میں لگی ہوئی چھریاں مختلف ہوتی ہیں، دانتوں کی بناوٹ کے مختلف ہونے کی وجہ سے انسان کو مختلف طرح کی غذاؤں کو کاٹنے، چبانے اور پیسنے میں آسانی رہتی ہے، اور ایک وقت میں مختلف دانتوں سے مختلف طرح کی چیزیں چبانے کا عمل بھی انجام دینے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

دانتوں کی ان ہی گوناگوں ضروریات ومنافع کی وجہ سے شریعت اور طب دونوں میں دانتوں کی اہمیت اور ان کی حفاظت اور صفائی پر خاص توجہ دی گئی ہے، منہ اور دانتوں کی صفائی سے جہاں ایک طرف دانت صاف ستھرے رہتے ہیں اور خوبصورتی اور دوسروں کی کشش کا باعث ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ کیڑا لگنے سے اور میل کچیل سے محفوظ ہو کر ایک لمبی مدت تک پائیدار اور مضبوط ہوجاتے ہیں، اس کے علاوہ کئی بیماریوں سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

اگر منہ گندہ ہو تو غذاء منہ سے گندگی (خوراک کے سڑے ہوئے ذرات وغیرہ) کو لے کر معدہ میں جاتی ہے اور انسان طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

شریعت کی طرف سے منہ اور دانتوں کی حفاظت اور صفائی کے لئے مسواک کی شکل میں ایک عمدہ اور جامع نظام فراہم کردیا گیا ہے، مسواک سے منہ کی صفائی تو ہوتی ہی ہے، اسی کے ساتھ کلے، جبڑے اور دانتوں کی ورزش بھی ہوجاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

مسواک کرو، اور نظافت وصفائی حاصل کرو (معجم اوسط طبرانی)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

مسواک منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے (بخاری)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسواک کا اتنا زیادہ حکم دیا گیا، کہ مجھے اپنے اوپر اس کے فرض ہوجانے کا خوف ہوا (مسند احمد)

اورایک موقع پر کچھ لوگوں کومخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

یہ کیابات ہے کہ میں تمہیں پیلے دانتوں کی حالت میں آتا ہوادیکھ رہا ہوں،تم مسواک کیا کرو، اور اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑجانے کا خوف نہ ہوتا تو میں (بحکمِ الٰہی) ان پر مسواک کوفرض قرار دے دیتا،جس طرح سے ان پر وضوکوفرض قرار دیا (مسنداحمد)

حضور ﷺ سے رات کوسونے سے پہلے،سوکر اٹھنے کے بعد، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اور دیگر مختلف اوقات میں مسواک کرنا ثابت ہے (ملاحظہ ہو:مسنداحمد)

اور کھانے کے بعد کلی کرنا سنت ہے،اور کھانے سے فراغت پردانتوں کے درمیانی جھریوں میں خلال کرنا بھی۔

دانتوں کے امراض

دانتوں کے مختلف امراض ہیں،جن میں دانتوں کا درداور دانتوں پر میل کا جم جانا،اور دانتوں کا ہلنا وغیرہ داخل ہیں۔بعض اوقات انسان کے دانتوں یا کسی ایک دانت میں درد پیدا ہوجاتا ہے،جوشدید ہونے کی صورت میں سخت تکلیف کا باعث بنتا ہے،بعض اوقات اس کی وجہ سے مسوڑھوں بلکہ چہرے پر بھی ورم آجاتا ہے،دانتوں میں درد کا سبب عام طور پران کوصاف نہ رکھنا اور دانتوں پر میل کچیل کا جمنا ہوتا ہے،اور بعض اوقات زیادہ پان،تمباکو کی کثیرت اور میٹھی اور کھٹی چیزوں کا استعمال کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے،اور بعض اوقات صفائی نہ کرنے سے دانتوں میں کیڑا لگ جاتا ہے،کبھی صفراء یا بلغم کی زیادتی اور نزلہ،زکام کی وجہ سے بھی یہ شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔

بعض اوقات دانت ہلنے لگتے ہیں،اوران کی جڑیں کمزور ہوجاتی ہیں،اس کی اصل وجہ بھی دانتوں کی صفائی نہ کرنا ہوتی ہے،البتہ نزلہ،زکام بھی بعض اوقات اس کا سبب بن جاتا ہے،اور بعض اوقات بلغم کے دانتوں کی جڑوں میں جمع ہونے کی وجہ سے دانت ہلنے لگتے ہیں۔

بعض اوقات دانتوں پر میل کچیل جم جاتا ہے،اوران کی رنگت خراب ہوجاتی ہے،اس کی وجہ بھی دانتوں کی صفائی نہ کرنا،اور بعض اوقات غیر معتدل غذاؤں کے استعمال اور کسی خِلط (بلغم وغیرہ) کے دانتوں کی طرف رجوع ہونے سے یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے۔

ان تمام صورتوں میں اصل سبب معلوم کرکے اس کا علاج کرنا چاہئے،مضر اشیاء کوترک کرنا چاہئے اور بطورِ خاص پانچوں نمازوں کے لئے وضوکرتے وقت اور کھانے سے فراغت کے بعد مسواک کا استعمال کرنا چاہئے۔

اخبارِادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......۱۷/۲۴/محرم،و۲/ ۹/ ۱۶/صفر بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

□......۲۶/محرم و۴/ ۱۱/صفر اتوار بعد عصر مجلس منعقد ہوتی رہی۔

□......۲۲/محرم ،بدھ،حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم زکریا مسجد (تبلیغی مرکز ،راولپنڈی) حضرت مولانا محمد خلیل صاحب رحمہ اللہ کے جنازہ میں شریک ہوئے ،گزشتہ شب آپ کا انتقال ہوا تھا، اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں،اورآپ کی دینی فیوضات وخدمات کوقبول فرمائیں،اورآپ کی علمی ودعوتی خدمات کوآپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے،آمین۔

□......۲۶/محرم ،اتوار،حضرت مدیر صاحب ایک شرعی مسئلہ کے سلسلہ میں مولانا مفتی احسان الحق صاحب کے ہمراہ باہتر،ضلع اٹک،تشریف لے گئے۔

□......۴/صفر بروز اتوار سہ ماہی امتحانات کا آغاز ہوا، جو بدھ ۷/صفرکوتکمیل پذیر ہوا،قرآنی شعبہ جات ماسوائے حفظ کے امتحانات اتوارکومنعقد ہوئے ،شعبہ حفظ کا امتحان بدھ کو،شعبہ تخصص کا امتحان اتوار سے بدھ تک جاری رہا(عصری تعلیمی جماعتوں کاامتحان بعد میں ہوگا) جمعرات ۸/صفرکوتعلیمی شعبہ میں عمومی تعطیل تھی۔

□......۸/صفر جمعرات ، بعد ظہر مولانا نعمان اللہ صاحب نعمانی دامت برکاتہم (استاد الحدیث، جامعہ اسلامیہ،صدر، وخطیب جامع مسجد القریش، ڈھیری حسن آباد، راولپنڈی) دارالافتاء میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے مجالست ومشاورت رہی، بعد عصر آپ کی واپسی ہوئی۔

□......۱۰/صفر ہفتہ کودوبارہ تعلیمی مشاغل کا آغاز ہوا۔

□......۷/صفر بدھ، مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم ،التبلیغ) کی طرف سے ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ کا ساتواں سال مکمل ہونے کی خوشی میں ادارہ کے ارکان کے لئے اسلام آباد کے ایک پارک میں دوپہر کی ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔

□......۱۴/صفر دوپہر کوادارہ کی طرف سے ارکانِ ادارہ کی مخصوص ضیافت تھی، جس میں تمام افراد شریک ہوئے۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

ھ **21 / دسمبر 2010ء بمطابق 14 محرم 1432ھ**: پاکستان: حج سکینڈل، 16 لاکھ ریال کرپشن کا حکومتی اعتراف ھ **22 / دسمبر**: پاکستان: آئین کے 6 آرٹیکلز میں 26 ترامیم تجویز، 19 ویں ترمیم کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش ھ **23 / دسمبر**: پاکستان: قومی اسمبلی نے 19 ویں ترمیم کی منظوری دیدی، انتظامیہ اور عدلیہ کو متوازن کردیا، وزیراعظم ھ **24 / دسمبر**: پاکستان: غیر ملکی قرضے 54 ارب ڈالر تک پہنچ گئے، 75 کروڑ روپے کے قرضے معاف ھ **25 / دسمبر**: پاکستان: گیس لوڈ شیڈنگ کے خلاف پنجاب بھر میں عوام سڑکوں پر نکل آئے، ن لیگ نے 4 دن کا الٹی میٹم دیدیا ھ **26 / دسمبر**: پاکستان: باجوڑ ایجنسی ورلڈ فوڈ سینٹر پر خودکش حملہ 45 جاں بحق ھ **27 / دسمبر**: پاکستان: صنعتوں کے بعد اب گھریلو صارفین کیلئے گیس لوڈ شیڈنگ شروع، پنجاب اور بلوچستان کے مختلف علاقوں میں غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ شروع کردی گئی ھ **28 / دسمبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان میں امریکی جاسوس طیاروں کے حملے، 21 افراد جاں بحق ھ **29 / دسمبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان امریکی جاسوس طیاروں کے دوسرے روز بھی حملے، مزید 22 جاں بحق، 2 روز میں 44 ہلاکتیں ھ **30 / دسمبر**: پاکستان: بجلی کے نرخوں میں 46 پیسے سے 1.08 روپے تک کمی ھ **31 / دسمبر**: پاکستان: 19 ویں ترمیم سینیٹ سے بھی منظور متفقہ طور پر منظور ھ **یکم / جنوری**: پاکستان: نئے سال کا حکومتی تحفہ، پیٹرول 6.06 ڈیزل 4.24 مٹی کا تیل 3.95 روپے مہنگا ھ **2 / جنوری**: پاکستان: شمالی وزیرستان سالِ نو کے پہلے روز 4 ڈرون حملے، 19 ہلاک ھ **3 / جنوری**: پاکستان: متحدہ کا اپوزیشن بینچوں پر بیٹھنے کا اعلان، گیلانی حکومت اکثریت سے محروم ھ **4 / جنوری**: پاکستان: شدید دھند کے باعث پروازیں متاثر، موٹر وے بند ھ **5 / جنوری**: پاکستان: گورنر پنجاب سلمان تاثیر سرکاری محافظ کے ہاتھوں قتل ھ **6 / جنوری**: پاکستان: سلمان تاثیر کے قتل کا مقدمہ درج، گرفتار شدگان کی تعداد 36 ہوگئی، ملزم ممتاز قادری کا عدالت میں اقبالِ جرم ھ **7 / جنوری**: پاکستان: تیل کی قیمتوں میں اضافہ واپس، ایل پی جی 5 روپے مہنگی ھ **8 / جنوری**: پاکستان: ایم کیو ایم حکمران اتحاد میں واپس، وزارتیں لینے سے انکار ھ **9 / جنوری**: پاکستان: صنعتی علاقوں کو گیس فراہمی تا حکم ثانی بند، لوڈ شیڈنگ کے خلاف احتجاج، دفاتر کا گھیراؤ ھ **10 / جنوری**: پاکستان: ڈیڈ لائن ختم ہونے سے پہلے حکومت پسپا، وزیر اعظم نے نواز شریف کا ہاں کردی۔

﴿بقیہ صفحہ ۹۰ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran